کارل مارکس

KARL MARX

فرانس میں خانہ جنگی (1)

CIVIL WAR IN FRANCE

1891 کا فریڈرک اینگلز کا دیباچہ (2)

Preface by Frederic Engels (1891)

مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ فرانس میں خانہ جنگی پر انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کے خط کا نیا ایڈیشن تیار کرنے اور اس پر دیباچہ لکھنے کا کام مجھے تفویض کیا جائے گا۔ چنانچہ میں یہاں نہایت اہم نکات پر مختصراً ہی کچھ کہہ سکوں گا۔

متذکرہ بالا مضمون کے دیباچے کے طور پر میں جنرل کونسل کے ان دو مختصر خطوں کو استعمال کر رہا ہوں جو فرانس اور پرشیا کی جنگ کے بارے میں لکھے گئے تھے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ دوسرے خط کا حوالہ خانہ جنگی والے اصل مضمون میں آیا ہے اور یہ خط پہلے کو پڑھے بغیر پوری طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ پھر ایک اور وجہ یہ کہ ان خطوط کا خاکہ بھی مارکس کے قلم کا ہی ثمر ہے۔ یہ خطوط مصنف کی خداداد قابلیت کا غیر معمولی نمونہ ہونے کی وجہ سے خانہ جنگی والے مضمون سے کچھ کم درجہ نہیں رکھتے۔ اس کی یہ قابلیت لوئی بوناپارٹ کی اٹھارویں برومیئر میں ثابت ہو چکی ہے جسے پڑھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مارکس نے کس خوبی اور صفائی سے بڑے تاریخی واقعات کے مزاج، ان کے آثار اور اثر تاثیر کو ایسے وقت میں اپنی ذہنی گرفت میں لیا جب یہ واقعات ہماری نظروں کے سامنے چل رہے تھے اور انہیں گزرے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ آخری وجہ یہ کہ مارکس نے ان واقعات سے جو نتائج قبل از وقت اخذ کیے تھے ہمیں آج بھی جرمنی میں ان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

کیا پہلے خط میں کہی گئی بات صحیح ثابت نہیں ہوئی کہ اگر لوئی بوناپارٹ کے مقابلے میں جرمنی اپنا بچاؤ کرنے کی جنگ سے قطع نظر کر کے فرانسیسی علاقے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ ساری مصیبتیں جو نام نہاد جنگ آزادی (3) کے بعد اس کے سر پڑی تھیں از سر نو اور زیادہ شدت سے اس پر ٹوٹ پڑیں گی۔ کیا ہمیں بسمارک کی حکمرانی کے مزید بیس سال نہیں بھگتنے پڑے؟ کیا ہنگامی قانون (4) اور اشتراکیوں کو پھنسانے کی کارروائی نے پولیس کی ویسی ہی دھاندلی اور قانونی زور

زبردستی عام نہیں کردی جو Demagogue لوگوں 5 کے ساتھ روا رکھی جاتی تھی؟

اور کیا یہ پیش گوئی لفظ بلفظ پوری نہیں ہوگئی کہ الزاس لاربن علاقے کو جرمنی میں ملانے کا اثر یہ ہوگا کہ "فرانس مجبور ہوکر روس کی مدد طلب کرے گا" اور علاقہ ملا لینے کے بعد جرمنی کو یا تو روس کا کھلے وام پیرو کر بننا پڑے گا یا تھوڑی سی محنت کے بعد ایک اور جنگ کے لئے کمر بستہ ہونا پڑے گا؟ جنگ بھی کیسی؟ "متحدہ سلاف اور رومن نسلوں" سے نسلی جنگ۔ کیا فرانسیسی صوبوں کو ادھر ملا لینے کے باعث فرانس کو روس کی زبردست پشت پناہی نہیں مل گئی؟ کیا بسمارک نے پورے بیس سال تک زار روس کو خوش کرنے کی فضول کوششیں نہیں کیں؟ اور ان کوششوں میں وہ اس پست سطح تک اتر گیا کہ چھوٹے سے پروشیا نے بھی "یورپ میں اول نمبر طاقت" بننے سے پہلے "روس مقدس" کے قدموں میں اتنا ماتھا نہیں رگڑا تھا۔ کیا یہ حقیقت جھٹلائی جا سکتی ہے کہ ہمارے سر پر آج بھی اس جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہے جو اگر وہ چھڑ گئی تو پہلے ہی دن والیان ریاست کے سارے پکے عہدنامے ہوا میں اڑ جائیں گیا ور ایسی جنگ ہوگی جس کے بارے میں کچھ بھی یقینی نہیں سوائے اس کے کہ نتیجہ قطعی غیر یقینی ہوگا، ایسی نسلی جنگ چھڑے گی جو ڈیڑھ یا دو کروڑ ہتھیار بند فوجیوں کے ہاتھوں پورے یورپ کو تباہی و بربادی کا نشانہ بنا دے گی، اور اگر ابھی تک یہ جنگ نہیں چھڑی تو صرف اس لئے کہ سب سے بڑی طاقت بھی یہ سوچ کر گھبراتی ہے کہ یہ اونٹ نجانے کس کروٹ بیٹھے۔

اس طرح ہمارے لیے یہ اور بھی ضروی ہوگیا ہے کہ ہم انٹرنیشنل مزدور طبقے 1870 والی پالیسی کی دوراندیشی کے وہ روشن ثبوت عام کردیں جو وہ بھولتے جا رہے ہیں۔

جو بات میں نے ان دونوں خطوں کے بارے میں کہی ہے وہی "فرانس میں خانہ جنگی" والے اصل مضمون پر بھی صادق آتی ہے۔ پیرس کمیون کے آخری جانباز 28 مئی کو بلویل کی ڈھلوانوں پر اپنے سے زیادہ طاقتور فوج کے سامنے موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اور صرف دو دن بعد 30 مئی کو جنرل کونسل کے سامنے مارکس نے وہ مضمون پڑھا جس میں پیرس کمیون کا تاریخی مرتبہ، مختصر لفظوں، جاندار اشاروں لیکن ایسے پر مغز اور تہہ دار بیان اور خاص کر ایسی سچائی کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اس موضوع پر جو بہت سا انبار لکھا جا چکا ہے، وہاں کہیں اس کا نظیر نہیں ملتی۔

فرانس میں 1789 کے بعد سے جو معاشی اور سیاسی ترقی ہوئی ہے، اس کی بدولت پچھلے پچاس سال سے پیرس کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ وہاں ہونے والا کوئی انقلاب پرولتاری کردار رکھے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوسکتا یعنی پرولتاری طبقہ جو فتح

کی راہ میں اپنا لہو بہاتا تھا فتح کے بعد اپنے مطالبے آگے نہ بڑھائے۔ پیرس کے مزدور جس جس مقام پر ترقی کر کے پہنچے، اس کی نسبت سے دیکھا جائے تو ان کے مطالبے کم وبیش دھندلے بلکہ الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تاہم لے دے کے سب کا حاصل یہی ہے کہ سرمایہ داروں اور مزدوروں کے درمیان طبقاتی تضاد کا خاتمہ کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ اس وقت کسی کو خبر نہ تھی کہ طبقاتی تضاد کا یہ خاتمہ ہو تو کیوں کر ہو۔ پھر بھی خود یہ مطالبہ، چاہے اسے کتنے ہی بے ڈھنگے طریقے سے کیوں نہ پیش کیا گیا ہو، سماج کے موجود نظام کے لئے خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس مطالبے کو پیش کرنے والے مزدور ابھی تک ہتھیار بند تھے۔ اس لئے مزدوروں سے ہتھیار رکھوا لینا اس بورژوازی کے لئے ایک غیبی حکم تھا جو اسٹیٹ کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے تھی۔ یہی سبب ہے کہ مزدوروں کے جیتے ہوئے ہر ایک انقلاب کے بعد ایک نئی کشمکش ہوتی تھی جس کا اختتام مزدوروں کی ہار پر ہوتا تھا۔

پہلی بار یہ واقعہ 1848 میں رونما ہوا۔ پارلیمنٹ میں فریق مخالف آزاد خیال بورژوازی نے کئی دعوتیں کر ڈالیں تاکہ لوگوں کو رائے دہندگی کے حق میں اصلاحات پر راضی کیا جائے اور اس طرح اپنی پارٹی کی بالا دستی مضبوط کر لی جائے۔ گورنمنٹ سے کھینچا تانی میں انہیں بہت زیادہ مجبور ہو کر عوام سے رجوع کرنا پڑا اور اس طرح وہ بتدریج ان لوگوں کو آگے آنے کا موقع دیتے گئے جو بورژوازی اور چھوٹی بورژوازی میں ریڈیکل اور ریپبلکن خیالات رکھتے تھے۔ مگر ان کے پیچھے انقلابی مزدور کھڑے تھے۔ 1830 کے بعد سے 6 ان انقلابی مزدوروں نے اتنی سیاسی خودمختاری حاصل کر لی تھی جو بورژوازی تو کیا، ریپبلکنوں کے بھی گمان سے باہر تھی۔ گورنمنٹ اور مخالف پارٹی میں مخالفت بڑھی تو مزدوروں نے گلی کوچوں میں ہتھیار سنبھال لئے۔ بادشاہ لوئی فلپ غائب ہو گیا اور اسی کے ساتھ رائے دہندگی کی اصلاح بھی ہو گئی۔ اس کی جگہ ایک ریپبلک اٹھنے لگی، واقعی ایسی ریپبلک جسے فتح مند مزدووں نے خود ہی سماجی ریپبلک کا رنگ ڈھنگ دیا تھا۔ کسی کے ذہن میں یہ بات صاف نہ تھی کی اس سماجی ریپبلک کی عملی صورت کیا ہوگی۔ خود مزدوروں کو بھی خبر نہ تھی۔ لیکن ان کے پاس ہتھیار تھے اور ریاست میں ان کی قوت بنی ہوئی تھی۔ اس لئے جیسے ہی ان بورژوازی ریپبلکنوں نے، جن کے ہاتھ میں اختیارات تھے، اپنے پاؤں جمتے دیکھے تو سب سے پہلا نشانہ یہ تاکا کہ مزدوروں کو نہتا کیا جائے۔ یہ موقع ایسے ہاتھ لگا کہ مزدوروں کو جون 1848 کی عام شورش میں باہر نکالا گیا۔ سبب یہ ہوا کہ ان سے وعدے کی صاف خلاف ورزی کی گئی اور اس کھلی بے ایمانی سے جو لوگ بے روزگار ہو گئے تھے انہیں دور دراز صوبے میں جلاوطن کر دینے کی ٹھانی۔ سرکار نے پہلے سے اہتمام کر

رکھا تھا کہ وقت پر اس کی طاقت زبردست رہے۔ پانچ دن کی جانبازانہ جنگ کے بعد مزدوروں کو شکست ہوگئی۔ اس کے بعد نہتے قیدیوں کے خون کی ایسی ہولی کھیلی گئی کہ رومی ریپبلک پر زوال لانے والی خانہ جنگیوں کے بعد کبھی اتنا خون نہیں بہایا گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب سرمایہ دار طبقے نے دکھا دیا کہ اگر پرولتاریہ اس کے مقابلے پر ایک علیحدہ طبقے کی حیثیت سے خود اپنے مفاد اور اپنی مطالبے لے کر اٹھنے کی جرات کرے، تو وہ پرولتاریہ سے کیسا جنونی اور بے رحمانہ انتقام لینے پر کمر بستہ ہو سکتا ہے۔ پھر بھی دیکھا جائے تو 1871 کے خونی واقعات بچوں کا کھیل معلوم ہوں گے۔

بورژوازی کو اس کی فوراً سزا بھی مل گئی۔ اگر ابھی پرولتاریہ میں فرانس کی حکومت سنبھالنے کا دم خم نہ تھا تو بورژوازی میں بھی نہیں تھا۔ کم از کم اس دور میں تو سرمایہ دار طبقہ اس قابل نہیں تھا کیونکہ اس میں اکثر کے دل بادشاہی طرز میں اٹکے ہوئے تھے، وہ تین شاہی خاندان والی پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے 7 اور چوتھی ریپبلکن پارٹی تھی۔ اندرونی چپقلش نے ایک منچلے لوئی بونا پارٹ کو یہ موقع دے دیا کہ حکم چلانے کے سارے تار، فوج، پولیس اور سرکاری انتظامی محکمے اپنے ہاتھ میں لے لے اور دوسری دسمبر 1801 کو 8 بورژوازی کے آخری گڑھ یعنی قومی اسمبلی کو ہی اس نے دھماکے سے اڑا دیا۔ فرانس کی دوسری سلطنت شروع ہوئی۔ یہ تھی سیاسی اور مالی ہاتھ مارنے والے ایک ٹولے کے ہاتھوں فرانس کی لوٹ کھسوٹ۔ لیکن ساتھ ساتھ صنعتی ترقی نے بھی وہ زور باندھا کہ لوئی فلپ کے اس ٹٹ پونجیا دور حکومت میں جہاں مٹھی بھر بڑے بڑے سرمایہ داروں کا گروہ سفید و سیاہ کا مالک و مختار بنا ہوا تھا، ہرگز اتنی ترقی نہیں ہوسکتی تھی۔ لوئی بونا پارٹ نے سیاسی طاقت سرمایہ داروں سے لی تھی اس بہانے کہ وہ بورژوازی کو مزدوروں کے فتنے سے بچائے گا اور مزدوروں کو ان سے۔ لیکن اپنی باری کو اس کی حکومت نے سٹہ بازی اور صنعتی سرگرمی کا زور باندھا یا مختصر یہ کہ پوری بورژواری میں طاقت اور دولت کی ایسی روح پھونک دی جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ اس سے بھی بڑے پیمانے پر بے ایمانی، بدعنوانی اور چوری کا بازار گرم ہوگیا جس کا مرکز تھا شاہی محل کہ وہ خود اس بہتی گنگا میں اپنا بھی بڑا حصہ مار لیتا تھا۔

مگر یہ دوسری سلطنت فرانس کے قومی تعصب کو ایک بہلاوا تھی۔ یہ اس بات کا تقاضا تھی کہ پہلے سلطنت کی وہی سرحدیں بحال کی جائیں جو 1814 کی شکست میں ہاتھ سے نکل گئی تھیں یا کم از کم پہلی ریپلک کی ہی سرحدیں قائم ہوں۔ ایسی فرانسیسی سلطنت جو پچھلی بادشاہت کی حدوں میں، 1810 کی اس سے بھی کٹی پھٹی سرحدوں کے اندر بند ہوکر رہ جائے زیادہ عرصے چلنے والی بات نہیں تھی۔ س لئے بار بار جنگوں کی اور سرحدیں پھیلانے کی نوبت آئی۔ لیکن فرانسیسی کٹر قوم

پرستوں کے خیالوں میں جگمگانے والی سب سے بڑی توسیع وہ تھی جو دریائے رائن کے بائیں کنارے پر جرمنوں کی طرف کی جائے۔ رائن کے کنارے ایک مربع میل سرحد بڑھالینا ان کے نزدیک کوہ الپس یا کسی اور طرف دس میل سرحد بڑھالینا ان کے نزدیک کوہ ایلپس یا کسی اور طرف دس میل بڑھ جانے سے کہیں بہتر تھا۔ جب دوسری سلطنت نصیب ہوگئی تو یہ جلد یا بدیر ہونے ہی والا تھا کہ رائن کے بائیں کنارے کی سرحد ایک دم یا آہستہ آہستہ بحال کرنے کا تقاضا کر دیا جائے۔ چنانچہ آسٹریا اور پروشیا میں جب 1866 کی جنگ چھڑی تو وہ لمحہ آ پہنچا۔ بسمارک سے "علاقوں کی تلافی" کی جو آس تھی، اس میں دھوکا کھا کر، اور خود اپنی ضرورت سے زیادہ چالاک اور ڈانواڈول پالیسی کے ہاتھوں دغا پا کر اب لوئی بوناپارٹ کے سامنے جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا، اور 1870 میں جنگ کا شعلہ بھڑکا تو پہلے سیدان تک اور پھر ولہلم سہوئے تک اسے اپنی لپیٹ میں لے گیا۔

اس کا خمیازہ بھگتنا ہی تھا، سو 4 ستمبر 1870 کو پیرس میں انقلاب ہوگیا۔ سلطنت تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی اور پھر سے فرانسیسی ریپلک کا اعلان ہوگیا۔ لیکن دشمن دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ سلطنت کی فوجیں یا تو میٹز کے مقام پر بری طرح گھری ہوئی تھیں یا جرمنی میں قید تھیں۔ ایسے توڑ کے وقت عوام نے پچھلی قانون ساز اسمبلی میں پیرس کے نمائندوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ مل کر "قومی بچاؤ کی حکومت" بنالیں۔ بغیر کسی حیل وحجت کے یہ بات یوں مان لی گئی کہ پیرس کے وہ تمام لوگ جو ہتھیار اٹھانے کے قابل تھے، اور ان میں مزدوروں کی بڑی زبردست اکثریت ہوگئی تھی۔ لیکن جلد ہی سرکار، جو قریب قریب پوری طرح سرمایہ داروں کی تھی اور ہتھیار بند پرولتاریہ کے درمیان کھلے عام ٹکر کی نوبت آ گئی۔ 31 اکتوبر کو مزدوروں کی بٹالینوں نے ٹاون ہال پر یلغار کر دی اور گورنمنٹ کے کچھ ممبروں کو نرغے میں لے لیا۔ مگر ہوا یہ کہ دغا بازی سے، وعدہ کر کے گورنمنٹ کے صاف مکر جانے کی وجہ سے اور چھوٹی بورژوازی کی کچھ بٹالینوں کے بیچ میں پڑ جانے سے انہیں پھر چھوڑ دیا گیا اور اس اندیشے سے کہ اس شہر میں جو غیر ملکی فوجی طاقت کے محاصرے میں پھنسا ہے، کہیں خانہ جنگی نہ پھوٹ پڑے اسی پرانی سرکار کو اپنی جگہ رہنے دیا گیا۔

آخر 28 جنوری 1871 بھوکوں مرتے پیرس نے ہتھیار ڈال دئے۔ لیکن یہ کام اس شان کے ساتھ کیا کہ جنگ کی تاریخ میں کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ قلعے حوالے کر دئے، شہر کی فصیل پر سے توپیں ہٹالی گئیں، چھاؤنی رجمنٹوں کے اور گشتی گارڈ کے ہتھیار دشمن کے سپرد کر دئے، اور خود کو جنگی قیدی شمار کرا دیا۔ لیکن نیشنل گارڈ نے اپنے ہتھیار بھی بچالئے اور توپیں بھی۔

اور فاتح فوجوں کے ساتھ صرف جنگ بندی مان لی جس کے باعث وہ پیرس میں فاتحانہ شان سے داخل نہیں ہوسکیں۔انہیں صرف اتنی جرات ہوئی پیرس کے ایک چھوٹے سے گوشے میں اپنی چھاؤنی ڈال لیں اور جب وہ گوشہ طے ہونے لگا تو اس میں ایک حصہ عام پارکوں کا شامل کر دیا جہاں یہ فوجیں صرف چند روز قابض رہ سکیں۔ جتنے دن یہ فاتحانہ فوج وہاں پڑی رہی، جس نے 131 دن سے پیرس کو نرغے میں لے رکھا تھا، وہ خود ہی پیرس کے ہتھیار بند مزدوروں کے نرغے میں آ گئی، جنہوں نے اس پر سخت پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی "پروشیائی" اس تنگ حلقے کی حد نہ پھلانگنے پائے جو غیر ملکی فاتح کے حوالے کر دیا گیا ہے۔اپنا ایسا نقش بٹھا دیا گیا پیرس کے مزدوروں نے اس فوج کے دلوں پر جس فوج کے سامنے سلطنت کی تمام فوجوں نے ہتھیار ڈال دئے تھے کہ پروشیائی یونکر جو انقلاب کے گھر پر انتقام لینے آئے تھے وہ ادب سے کھڑے ہونے اور عین اس مسلح انقلاب کو سلامی دینے پر مجبور ہو گئے۔

جب تک لڑائی چلتی رہی، پیرس کے مزدوروں کا مطالبہ صرف اس قدر تھا کہ لڑائی میں پورا زور لگا دیا جائے۔لیکن پیرس کے ہتھیار ڈالتے ہی صلح نامے پر دستخط ہوئے 9 تو نئے وزیر اعظم تیئر کو یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا کہ جہاں تک پیرس کے مزدوروں کے ہاتھ میں ہتھیار رہیں گے، صاحب جائیداد طبقوں یعنی بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی عمل داری مستقل خطرے میں رہے گی۔ چنانچہ اس نے مزدوروں سے ہتھیار رکھوا لینے کی کوشش میں پہلی کارروائی کی۔18 مارچ کو اس نے چھاونی کی فوج کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ نیشنل گارڈ سے اس کا وہ توپ خانہ چھین لیا جائے جو پیرس کے محاصرے کے زمانے میں پبلک چندوں سے بن کر تیار ہوا تھا۔کوشش ناکام ہوگئی۔ پیرس ایک ہو کر مقابلے کے لئے اٹھا۔ایک طرف یہ شہر، دوسری طرف وارسائی میں بیٹھی ہوئی فرانسیسی سرکار، دونوں کے درمیان اعلان جنگ ہو گیا۔26 مارچ کو اس نے اختیارات سنبھال لئے۔نیشنل گارڈ کی مرکزی کمیٹی نے، جو فی الوقت سرکار چلا رہی تھی، پہلے تو پیرس کی بدنام زمانہ "احتسابی پولیس" کو توڑنے کا فرمان جاری کیا اور پھر اپنا استعفیٰ کمیون کے حوالے کر دیا۔30 مارچ کو کمیون نے جبری بھرتی اور صف بند باقاعدہ فوج دونوں کو توڑ دیا اور نیشنل گارڈ کو تنہا ہتھیار بند طاقت قرار دے دیا جس میں سارے باشندے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل تھے، بھرتی کئے جانے لگے۔ اکتوبر 1870 سے اپریل 1871 تک رہائشی مکانوں کے سب کرائے معاف کر دیے اور جو کرائے ادا کئے جا چکے تھے انہیں پیشگی کرایہ شمار کر کے رجسٹر میں چڑھا لیا اور میونسپل محافظ خانے میں قرضے کے بدلے جو سامان گروی رکھا تھا، اس کی فروخت بالکل بند کر دی۔ کمیون میں جن غیر ملکیوں کا چناؤ ہوا تھا اسی دن ان کو عہدے سپرد کئے

گئے کیوں کہ " کمیون کا جھنڈا ساری دنیا کی ریپبلک کا نشان تھا"۔ پہلی اپریل کو ہی طے پا گیا کہ کمیون کے کسی ملازم، اور خود اس کے ممبروں کی بھی بڑی سے بڑی تنخواہ چھ ہزار فرانک (تب کے چار ہزار آٹھ سو مارک) سے زیادہ نہیں ہوگی۔ دوسرے دن کمیون نے فرمان جاری کیے کہ کلیسائی نظام (چرچ) اسٹیٹ سے بالکل الگ تھلگ رہے، سرکار کی طرف سے مذہبی کاموں کے لئے جو رقمیں دی جاتی تھیں، ان کا خاتمہ کیا، اور چرچ کی ساری جائیداد قومی ملکیت قرار دے دی گئی۔ نتیجہ یہ کہ 8 اپریل کو اسکولوں میں سے تمام مذہبی نشان، تصویریں، کلمے اور دعائیں، غرض وہ سارے تام جھام "جن کا تعلق آدمی کے ذاتی عقیدے سے ہے" اٹھا دینے کا حکم جاری ہوا اور رفتہ رفتہ اس کی تعمیل ہونے لگی۔ چونکہ وارسائی کی فوج کمیون کے گرفتار شدہ حامیوں کو روز بہ روز گولی سے اڑا رہی تھی، اس کے جواب میں (5) تاریخ کو ایک فرمان جاری ہوا کہ یرغمال کے آدمی گرفتار کر لئے جائیں لیکن اس پر آخر تک عمل نہیں کیا گیا۔ 6 اپریل کو نیشنل گارڈ کی 137 ویں بٹالین سزائے موت میں گردن کاٹنے کے تختے اٹھا کر لائی اور انہیں خوشی کے عام نعروں میں جلا کر بھسم کر دیا گیا۔ 12 تاریخ کو کمیون نے فیصلہ کیا کہ ویندوم میدان پر وہ فتح مینار جو ان توپوں کو گلا کر ڈھالا گیا تھا جنہیں نپولین نے 1809 کی جنگ کے بعد دشمن سے چھینا تھا اسے قومی تعصب اور دوسری قوموں سے نفرت کا ایک نشان سمجھ کر ڈھا دیا جائے۔ 16 مئی کو یہ حکم جاری ہوا کہ ان کارخانوں کا بھی کھاتہ تیار کیا جائے جن پر مالکان کارخانہ نے تالے ڈال دیے ہیں، اور ایسا بندوبست کیا جائے کہ جو مزدور ان میں پہلے کام کر رہے تھے، انہی کو یہ کارخانے چلانے کے لئے سپرد ہوں تاکہ وہ کوآپریٹو سوسائٹیوں میں اکٹھے ہو کر ان کارخانوں کا انتظام کریں، اور یہ بھی منصوبے بنے کہ امداد باہمی کی ایسی تمام سوسائٹیاں ایک بڑی یونین میں منظّم ہو جائیں۔ 20 تاریخ کو کمیون نے بیکریوں کے لئے رات کے کام کی ممانعت کر دی اور مزدوروں کے بھرتی دفتر بھی توڑ دیے جو دوسری سلطنت کے زمانے سے پولیس کے چھٹے ہوئے گرگوں، اول نمبر کے منافع نچوڑنے والوں نے اپنا اجارہ بنا رکھے تھے۔ یہ دفتر وہاں سے توڑ کر پیرس کی بیس محکمے والی میونسپلٹی میں منتقل کر دیا گیا۔ 30 اپریل کو حکم نکلا کہ گروی پر قرض دینے والے تھلے اٹھا دئے جائیں کیونکہ ان میں مزدوروں کی کمائی ناجائز طریقے سے نجی ہاتھوں میں چلی جاتی ہے اور یہ اس حق کی خلاف ورزی ہے جو محنت کرنے والے کو اپنے اوزار پر اور قرض کی رقم پر حاصل ہے۔ 5 مئی کو کمیون نے حکم نافذ کیا کہ "توبہ کا گرجا گھر" مسمار کر دیا جائے جو لوئی شاز دہم کا سر اڑا دینے کے کفارے کے طور پر بنایا تھا۔

یوں 18 مارچ کے بعد سے برابر پیرس کی تحریک کا وہ طبقاتی کردار تیزی کے ساتھ اجاگر ہوتا چلا گیا جو غیر ملکی حملہ

آوروں سے لڑائی شروع ہونے کی وجہ سے پہلے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ چونکہ کمیون میں خود مزدور بیٹھے تھے یا مزدوروں کے مانے ہوئے نمائندے، اس لئے جتنے بھی فیصلے ہوئے ان کا کردار قطعی طور سے پرولتاری تھا۔ یا تو ان فیصلوں کے ذریعے ان اصلاحات کو نافذ کیا گیا جنہیں رپبلیکن خیالات کی بورژوازی محض بزدلی کے مارے پاس کرنے سے رہ گئی تھی، حالاں کہ ہونا یہ چاہیے تھا مزدور طبقے کی آزادانہ سرگرمی کے لئے ان اصلاحوں کا نفاذ ایک لازمی بنیاد بنتا۔ مثلاً اس اصول کی تعمیل کہ ریاست کے تعلق سے مذہب صرف ایک ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ یا پھر کمیون نے ایسے احکام نافذ کئے جو مزدور طبقے کا مفاد سیدھے سیدھے پورا کرتے تھے اور کسی نہ کسی حد تک سماج کے پرانے نظام میں اندر تک شگاف ڈالنے والے تھے۔ لیکن ایک ایسے شہر کے اندر جو دشمن کے نرغے میں ہو زیادہ سے زیادہ اتنا ہی ممکن تھا کہ ان تمام باتوں کو عملی جامہ پہنانے کی شروعات کر دی جائیں۔ اور مئی کے شروع سے کمیون کی ساری طاقت اس لڑائی میں کھپنے لگی جو وارسائی والی حکومت کی ان فوجوں سے لڑنی تھی جن کے ٹھٹھ برابر لگتے چلے جا رہے تھے۔

7 اپریل کو وارسائی کی فوجوں نے پیرس کے مغربی مورچے پر نیئی کے نزدیک دریائے سین کے آر پار قبضہ کر لیا۔ مگر دوسری طرف گیارہ تاریخ کو جنوبی مورچے پر ایک حملے میں جنرل یودے (Eudes) کے ہاتھوں انہیں بھاری نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ پیرس پر اب مسلسل گولہ باری ہو رہی تھی وہ بھی ان لوگوں کی طرف سے جو اسی شہر پر پہلے پروشیا کی گولہ باری کو مذہبی جرم قرار دے کر لعنت بھیج چکے تھے۔ انہی لوگوں نے پروشیائی حکومت سے درخواست پر درخواست کی کہ سیدان اور میتز کے 10 مقاموں پر قید ہونے والے فرانسیسی فوجوں کو جلدی سے واپس بھیجا جائے تاکہ وہ پیرس کو ان کی خاطر پھر چھین سکیں۔ ان فوجوں کی رفتہ رفتہ واپسی نے وارسائی حکومت کا فوجی پلہ مئی کے شروع میں بھاری کر دیا۔ یہ بات 23 اپریل کو ہی کھل کر سامنے آ گئی جب صدر حکومت تیئر نے کمیون کی تجویز سے قیدیوں کے اس تبادلے کی بات چیت توڑ دی جس کے مطابق پیرس کے بڑے پادری (جارج دربوئی) اور بہت سے دوسرے پادریوں کو جنہیں یرغمال کے طور پر شہر میں رکھا گیا تھا، صرف ایک لیڈر بلانکی کے بدلے میں چھوڑنا تھا۔ یہ بلانکی دو بار کمیون کا ممبر چنا جا چکا تھا لیکن ابھی تک کلیرو و کے جیل خانے میں پڑا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ بات ظاہر ہوئی تیئر کے بدلے ہوئے لب و لہجہ سے۔ پہلے وہ گول مول اور مذبذب سی زبان استعمال کرتا تھا مگر اب گستاخی، ڈانٹ ڈپٹ اور حیوانیات پر اتر آیا۔ وارسائی حکومت کی فوج نے جنوبی مورچے پر 3 مئی کو مولیں_ سا کے کا قلعہ چھین لیا، 9 مئی کو فورٹ ایسی پر قبضہ ہوا جو توپوں کی مار میں پہلے ہی ڈھیر ہو چکا تھا

اور 14 تاریخ کو فورٹ وانوان کے ہاتھ لگ گیا۔ مغربی مورچے پر یہ فوجی دستے شہر کی فصیل تک پھیلے بہت سے دیہات اور عمارتوں پر قبضہ کرتے ہوئے دھیرے دھیرے بڑھ کر بچاؤ کے خاص خاص ٹھکانوں تک پہنچ گئے۔ 21 مئی کو اس مورچے پر غداری اور نیشنل گارڈ کی بےفکری کی بدولت وہ شہر کے اندر گھس پڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ پروشیائی جن کے پاس شمالی اور مشرقی قلعے تھے، انہوں نے وارسائی کے فوجیوں کو شہر کے شمال والا حصہ پار کر کے اندر بڑھنے کا موقع دے دیا جو جنگ بندی کی رو سے ان کے لئے ممنوعہ علاقہ تھا اور اس طرح انقلاب دشمن فوج کو دور تک پھیلے ہوئے اس محاذ پر آگے بڑھ آنے کا پورا موقع مل گیا جس کو پیرس والے سمجھتے تھے کہ جنگ بندی کے معاہدے کی رو سے یہ راستہ بند ہے اور اسی لئے حفاظت کا بندوبست کم رکھا تھا۔ اس سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیرس کے مغربی حصے میں جو خاص شہر کے اندر کا آسائشی علاقہ تھا، کمزور سامقابلہ ہوا، البتہ پیش قدمی کرتی ہوئی فوج مشرقی حصے کی طرف جتنی بڑھتی گئی، مقابلہ اتنا ہی جاندار ہونے لگا اور ڈٹ کر اس کا سامنا کیا گیا۔ یہ خاص شہر کے اندر مزدور طبقے کا علاقہ تھا۔ آٹھ دن کے لگاتار خونی معرکوں کے بعد کمیون کے آخری محافظ بیلوبل اور مینل ماں تاں کی چڑھائیوں پر ڈھے گئے۔ اس کے بعد نہتے مردوں عورتوں اور بچوں کا قتل عام، جو ہفتہ بھر سے برابر بڑھتا جا رہا تھا، اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ چونکہ توڑے دار بندوقوں سے جلدی جلدی لوگوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا جا سکتا تھا اس لئے ہارے ہوئے فریق کو سیکڑوں کی تعداد میں مترالیوز (ہلکی توپ) کی باڑھ مار کر ٹھنڈا کر دیا گیا۔ پیرلاشیز کے قبرستان میں "فیڈرلوں کی دیوار" (جسے آجکل ''کمیون والوں کی دیوار'' کہتے ہیں) جہاں آخری قتل عام ہوا تھا، آج بھی کھڑی ہوئی زبان خاموشی سے گواہی دے رہی ہے کہ مزدور طبقہ اپنے حق کے لئے میدان میں اترے تو حاکم طبقے کے سر پر کیسا خون سوار ہو جاتا ہے۔ آخر جب دیکھا کہ سب کو چن چن کر ذبح کرنا ممکن نہیں تو اندھا دھند عام گرفتاریوں کا، قیدیوں میں سے آنکھ بند کر کے چنے ہوئے لوگوں کو گولی سے اڑا دینے کا، اور باقی کو ان کیمپوں میں دھکیل دینے کا بازار گرم ہوا جہاں سے انہیں فوجی عدالت کے سامنے ملزم کی طرح پیش ہونا تھا۔ پروشیائی فوج جو شہر کا آدھا شمال مشرقی حصہ گھیرے ہوئے تھی، اسے آرڈر ملا کہ ادھر سے کوئی جان بچا کر بھاگنے نہ پائے۔ لیکن جب عام فوجی اپنے ہائی کمان کا حکم سننے کی بجائے انسانیت کی پکار پر کان دھرتے تو پروشیائی افسر دیکھی ان دیکھی کر دیتے، سیکسن فوجی دستوں کو خاص طور سے شاباش ملنی چاہئے کہ انہوں نے بڑی انسانیت سے کام لیا اور ایسے بہت سے لوگوں کو نکل جانے دیا جو صاف صاف کمیون پر جان چھڑک رہے تھے۔

****

آج ہم بیس سال بعد جب 1871 کے پیرس کے کمیون کی سرگرمی اوراس کی تاریخی اہمیت پر پلٹ کرنظر ڈال رہے ہیں تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "فرانس کی خانہ جنگی" والے مضمون کے بیان میں کچھ اور اضافے بھی کرتے چلیں۔

کمیون کے ممبر اکثریت اور اقلیت میں بٹے ہوئے تھے بلانکی کے حامی اکثریت ہونے کے علاوہ نیشنل گارڈ کی مرکزی کمیٹی پر بھی حاوی تھے اور انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے ممبر اقلیت میں تھے، جن میں زیادہ تر سوشلزم کے پرودھوں والے نظریے کو مانتے تھے۔ بلانکی کے حامیوں کی بڑی اکثریت اس وقت اتنی ہی اشترا کی تھی کہ ان میں انقلابی پرولتاری جذبہ تھا۔ ان میں صرف تھوڑے سے لوگوں نے وائیاں vaillant کے ذریعے، جسے خود جرمن سائنٹفک سوشلزم کی خبر تھی، اصولوں کی اچھی سوجھ بوجھ پیدا کی تھی۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ معاشی دائرے میں ایسے بہت سے کام ہونے سے رہ گئے جو آج ہم سوچتے ہیں کہ پیرس کمیون کو کر دینے چاہئے تھے۔ جو بات کسی طرح گلے نہیں اترتی وہ یہ کہ وہ بینک آف فرانس کے پھاٹک کے سامنے سر جھکا کر ادب کے ساتھ کھڑے کیوں رہ گئے؟ یہ ایک گھمبیر سیاسی غلطی تھی۔ پورا بینک اور کمیون کے ہاتھ میں ہو، یہ ایک ہی بات یرغمال میں رکے ہوئے دس ہزار آدمیوں کے برابر بھاری پڑتی۔ اگر ایسا ہو جاتا تو پوری فرانسیسی بورژوائی وارسائی حکومت پر دباؤ ڈال کر کہتی کہ کمیون سے صلح کرلو۔ تاہم بلانکی اور پرودھوں دونوں مختلف خیالات والوں کی شرکت کے باوجود کمیون نے جتنی صحیح کاروائی کی، وہ بھی بڑے کمال کی بات ہے۔ قدرتی امر ہے کہ کمیون کی طرف سے جو معاشی احکام جاری ہوئے اپنی خوبیوں اور خامیوں دونوں میں ان کا سہرا بڑی حد تک پرودھوں والوں کے سر ہے۔ اور بلانکی والوں پر سیاسی کارگزاری اور کوتاہی کی ذمے داری جاتی ہے۔ اور ایسے موقعوں پر جب طاقت ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ جائے جو نظریے کے پرستار ہوں، جیسا ہوتا آیا ہے، یہاں بھی تاریخ نے مذاق کیا کہ دونوں نے ہی اپنے مکتب فکر کی تعلیم کے بالکل برخلاف عمل کر کے دکھایا۔

چھوٹے کسانوں اور استاد کاریگروں کے ترجمان سوشلسٹ پرودھوں کو انجمن سازی سے کھلی نفرت تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ انجمن بنانے میں اتنی اچھائی نہیں جتنی برائی ہے۔ وہ اپنی فطرت سے صرف لاحاصل ہی نہیں بلکہ نقصان دہ بھی ہے کیوں کہ وہ مزدور کی آزادی پر ایک بندش ہو جاتی ہے۔ وہ محض ایک اندھا اعتقاد ہے، جس کا کوئی حاصل نہیں اور مفت کا بوجھ

بھی ہے۔جس کا مزدور کی آزادی سے بھی اتنا ہی ٹکراؤ ہوگا جتنا محنت کی کفایت کو نقصان پہنچے گا۔فائدوں کے مقابلے میں اس کے نقصانات کہیں تیزی سے دوگنے چوگنے ہو جاتے ہیں اور اگر موازنہ کیا جائے تو کھلا مقابلہ،محنت کی تقسیم اور پرائیویٹ ملکیت کارآمد معاشی طاقتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پرودھوں کے بقول صرف خاص خاص موقعے ایسے ہیں بڑی صنعت اور بڑے کاروبار کے،جیسا کہ ریلیں کہ ان میں مزدوروں کی انجمنیں ہونا مناسب رہتا ہے۔(ملاحظہ ہو انقلاب کا عام خیال (11) تیسرا خاکہ)

1871 کے قریب نازک دستکاریوں کے مرکز پیرس تک میں بڑے پیمانے کی صنعت اتنی پھیل چکی تھی کہ وہ خاص نہیں رہ گئی تھی اور کمیون کی طرف سے جو نہایت ہی اہم حکم جاری ہوا اس نے بڑی صنعت کی تنظیم قائم کی اور تنظیم بھی کیسی کہ ایک ایک کارخانے میں مال بنانے والوں کی انجمن نہیں، بلکہ ان سب کو ملا کر ایک بڑی انجمن میں جوڑنے والی تنظیم،مختصر یہ کہ ایسی تنظیم جس کے متعلق مارکس نے اپنے مضمون "خانہ جنگی" میں سچ کہا ہے چلتی تو آخر میں کمیونزم تک پہنچا کر دم لیتی _ اسے یوں کہئے کہ پرودھوں نے اپنے نظریے اور ایمان کے برخلاف عمل کیا۔چنانچہ اس کمیون میں پرودھوں والے سوشلزم کی قبر بن گئی۔آج یہ طرز فکر فرانس کے مزدور طبقے کے حلقوں میں بالکل ناپید ہے۔اب یہاں "امکانیوں"(12) کے درمیان بھی مارکس کا نظریہ اتنا ہی چھا گیا ہے جتنا خود مارکسیوں میں۔البتہ تیز خیال (radicals) بورژوازی میں پرودھوں کے ماننے والے مل جاتے ہیں۔

بلانکی والوں کا بھی کچھ یہی حال ہوا۔ان کی اٹھان سازش کی تعلیم گاہ میں ہوئی تھی اور سازش کے ساتھ ساتھ جو سخت ڈسپلن چلتا ہے وہی ان کو جوڑے ہوئے تھا۔وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ پکے ارادے کے،خوب مضبوطی سے منظّم کئے ہوئے کسی قدر تھوڑے لوگوں کا گروہ مناسب وقت آنے پر نہ صرف یہ کہ معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کے قابل ہو جائے گا بلکہ اپنے انتھک اور بے لوچ دم خم سے کام لے کر اس وقت تک حکومت سنبھالے رہے گا جب تک کہ عوام میں روح پھونک کر انقلاب کے ہنگامے میں نہ کھینچ لائے اور پھر یہ انقلابی ہجوم لیڈروں کی چھوٹی سی ٹولی کے گرد سمٹ آئے گا۔اس کا اول تقاضا یہ تھا کہ تمام اختیارات نہایت سختی اور ڈکٹیٹری کے ساتھ نئی انقلابی حکومت کے ہاتھ میں دے دیے جائیں۔جب کمیون قائم ہوا اور اس میں انہی بلانکی والوں کی اکثریت بنی تھی تو کمیون نے کیا کر کے دکھایا؟ باہر صوبوں میں فرانسیسیوں کے نام جتنے اعلان شائع کئے ان میں یہ اپیل کی کہ ملک میں جتنے کمیون بنتے ہیں ان سب کا پیرس کمیون کے ساتھ آزادانہ فیڈریشن بنایا

جائے، ایک قومی تنظیم بنے جو حقیقت میں پہلی بار خود قوم کے ہاتھوں بنی تھی۔ پہلے سے مرکزیت لئے ہوئے ایک استبدادی عمل داری، فوج، سیاسی پولیس اور سرکاری عملے کے ساتھ چلی آ رہی تھی جسے 1789 میں نپولین نے جمایا تھا اور بعد میں جو بھی نئی حکومت آتی وہ اسے بڑی خوشی سے کام کا ایک اوزار سمجھ کر اپنا لیتی اور اپنے حریفوں کے خلاف استعمال کیا کرتی تھی۔ یہی تھی وہ عملداری جسے پیرس کی طرح اور سب جگہوں پر بھی ٹوٹ پھوٹ کر ہٹ جانا تھا۔

شروع سے کمیون کو یہ مان لینا پڑا کہ جب مزدور طبقے کے ہاتھ میں ایک بار اختیارات آ گئے تو ممکن نہیں کہ وہ اسی پرانی سرکاری مشین سے کام لیتا رہے۔ جو برتری کی حیثیت اس طبقے نے چھین کر حاصل کی ہے، کہیں یہ پھر نہ جاتی رہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف تو اس پرانی مشینری سے نجات پائی جائے جو زور زبردستی سے کام لیتی تھی اور خود مزدور طبقے کے خلاف ہی استعمال کی جاتی تھی، اور دوسری طرف اپنے ہی مقرر کئے ہوئے نمائندوں اور عہدیداروں سے بچاؤ کی یہ صورت رکھی جائے کہ بلا رعایت ہر ایک کو ممبری یا عہدے سے ہٹا دینے کا اختیار ہر وقت حاصل رہے۔ پہلے کی حکومت کی خاصیت کیا تھی؟ سماج نے شروع میں کارگزاری کے الگ الگ خانے بنا کر اپنے دست و بازو یا خاص ادارے تیار کئے تا کہ وہ اس کے مفادات کی نگرانی رکھیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ادارے یا محکمے، جن کے سر پر خود سرکاری اقتدار کھڑا تھا، اپنی ذاتی مصلحتیں پوری کرنے کی خاطر، سماج کے خدمت گزار ہونے کی بجائے سماج کے آقا بنتے چلے گئے۔ یہ بات مثال کے طور پر صرف موروثی بادشاہی میں نہیں بلکہ جمہوری ریپبلک میں بھی اسی طرح نظر آتی ہے۔ شمالی امریکہ کو لیجئے جہاں "سیاست دانوں" نے خود کو قوم کا ایک ایسا الگ تھلگ اور طاقتور حصہ بنا لیا ہے جو اور کہیں نہ ہوگا۔ وہاں دونوں بڑی سیاسی پارٹیاں جن میں سے کوئی ایک برسر اقتدار ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے قبضہ قدرت میں رہتی ہیں جنہوں نے سیاست کو اپنا کاروبار بنا رکھا ہے اور شمالی امریکی یونین کی اور الگ الگ ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیوں میں نشستیں دلانے کا بازار بھاؤ ہاتھ میں رکھتے ہیں یا اپنی اپنی پارٹی کے لئے تحریک چلا کر روزی کماتے اور پارٹی کے جیتنے پر اس کا انعام وصول کرتے ہیں۔ مشہور بات ہے کہ پچھلے تیس سال سے امریکہ والے کوشش میں ہیں کہ اس بلا کو اپنے سر سے اتاریں جو ناقابل برداشت ہو چکی ہے، لیکن سارے جتن کر لینے کے باوجود وہ بدعنوانی کی اس دلدل میں اور دھنستے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر امریکہ میں یہ منظر آنکھوں کے سامنے ہے کہ سرکاری اقتدار اپنے آپ کو اسی سماج سے الگ ایک وجود بنانے کا عمل کیوں کر اختیار کرتا ہے جس سماج کا شروع میں اسے ایک آلہ کار بنانا سوچا گیا تھا۔ یہاں نہ تو کوئی پشتینی بادشاہی ہے، نہ امیر دربار

دار، اور مقامی انڈین آبادی پر نگرانی رکھنے والے مٹھی بھر سپاہیوں کے علاوہ نہ کوئی باقاعدہ فوج ہے، نہ سرکاری نوکریاں اور مستقل عہدے اور نہ پنشن کا حق۔ پھر بھی دیکھیئے تو دو بڑے سیاسی بولی لگانے والے گروہ ہیں جو باری باری سرکاری اقتدار اپنی مٹھی میں لیتے رہتے ہیں اور بہت گرے ہوئے ہتھکنڈوں سے اور نہایت گندی غرضوں کے لئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پوری قوم سیاست دانوں کے ان دو بڑے کارٹلوں کے آگے بالکل بے بس ہے، جو بظاہر قوم کے خادم لیکن اصل میں خدمت لینے اور اسے ٹھگنے والے ہیں۔

سرکار اور سرکاری اداروں یا محکموں کے اس طرح سماج کے خدمت گزار بننے کی بجائے اس کے مالک بن بیٹھنے کی جو یہ کایا کلپ ہوتی ہے، جو پہلے کی تمام سرکاروں میں بہر حال چلتی رہی، کمیون نے اسی کا توڑ کرنے کے لئے دو بے خطا تدبیریں اختیار کیں۔ اول تو یہ کہ اس نے سارے عہدے، چاہے وہ انتظامی ہوں، عدالتی یا تعلیمی، تمام لوگوں کے ووٹ سے انتخابی کر دئے اور ووٹ دینے والوں کو یہ بھی اختیار دیا کہ جب چاہیں، مقررہ عہدے دار کو ہٹا دیں۔ دوسرے یہ کہ تمام عہدے داروں کی تنخواہ، چاہے وہ اونچے ہوں یا نیچے، وہی رکھی جو مزدوروں کو ملتی۔ کمیون نے بڑی سے بڑی تنخواہ چھ ہزار مارک مقرر کی تھی۔ اس طرح عہدے تاکنے اور نوکریوں کی سیڑھی چڑھ جانے کے راستے میں ایک کارگر رکاوٹ کھڑی کر دی۔ اوپر سے یہ بندش بھی بڑھا دی کہ نمائندہ اداروں میں جو لوگ چناؤ کے راستے پہنچیں وہ اپنے حلقے کی مرضی کے پابند رہیں گے۔

پہلے کی سرکاری طاقت کا یوں پرزے اڑانا (sprengung) اور نئی اور صحیح معنوں میں جمہوری طاقت کا اس کی جگہ لینا "خانہ جنگی" کے تیسرے حصے میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ لیکن یہاں بھی اس کے بعض پہلوؤں کا مختصر تذکرہ ضروری تھا کیونکہ جرمنی میں خاص کر اسٹیٹ پر ایک عینی فلسفے سے ہوتا ہوا دل و دماغ میں بیٹھ گیا ہے اور صرف بورژوازی کے نہیں بلکہ بہت سے مزدوروں کے دلوں میں بھی اس نے جگہ بنا لی ہے۔ فلسفیانہ تصور کہتا ہے کہ اسٹیٹ "خیال کا عملی جامہ پہننا" ہے یا زمین پر "حکومت الٰہیہ" ہے جسے فلسفے کے لفظوں میں یوں کہیں گے کہ وہ دائرہ کار جس میں ابدی سچائی یا انصاف کا بول بالا ہوتا ہے یا ہونا چاہئے۔ یہیں سے وہ غیبی عقیدہ بنتا ہے جس سے اسٹیٹ کے اور اس کے متعلقات کے سامنے لوگوں کے سر جھک جاتے ہیں۔ وہ اور بھی جڑ پکڑ لیتا ہے کیوں کہ لوگوں کے تخیل میں بچپن سے یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ پورے سماج کے مشترکہ معاملات اور مصلحتوں کا خیال رکھنے کی بس وہی ایک صورت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے یعنی

اسٹیٹ یا سرکار اور اس کے بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے عہدے داروں کے ذریعے ہی یہ دیکھ بھال ہوسکتی ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ موروثی بادشاہی پر سے اپنا عقیدہ ہٹا کر اور جمہوری ریپبلک پر ایمان لا کر انہوں نے بہت ہی غیر معمولی دلیری کا قدم اٹھایا ہے۔ سچ پوچھئے تو اسٹیٹ محض ایک مشین ہے جسے ایک طبقہ دوسرے طبقے کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور یہ عمل جیسا بادشاہی دور میں تھا ویسا ہی جمہوری ریپبلک میں ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہ پرولتاریہ اپنے طبقے کے حاوی ہوجانے کی جنگ جیتنے کے بعد بھی اس برائی کو اگلوں کی وراثت میں پائے گا تو جیسا کمیون نے کیا، فتح مند پرولتاریہ کو بھی کرنا ہوگا کہ اس وراثت کے بدترین پہلوؤں کو جتنا جلد ممکن ہو، چھانٹ کر نکال پھینکے اور باقی اس وقت تک چلتا رہے جب تک کہ وہ نسل پروان نہ چڑھے جو نئے آزادانہ سماجی حالات میں پلی ہو اور ریاست کے پورے کاٹھ کباڑ کو اٹھا کر کوڑے کے ڈھیر میں پھینکنے کے قابل نہ ہوجائے۔

ادھر کچھ عرصے سے سوشل ڈیموکریٹک (سماجی جمہوریت پسند) کم ظرفوں (13) کے دلوں میں پرولتاری ڈکٹیٹری کے لفظ سے دہشت بیٹھنے لگی ہے۔ اچھا تو جناب والا، کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ پرولتاری ڈکٹیڑی کیسی ہوتی ہے؟ پیرس کمیون ملاحظہ فرمائے۔ یہی تھی پرولتاری ڈکٹیٹری۔

لندن، پیرس، کمیون کی 20 ویں سالگرہ کے موقع پر 18 مارچ 1891۔

فرانس اور پرشیا کی جنگ پر پہلا خط جو انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل نے بھیجا 14۔

یورپ اور امریکہ میں ایسوسی ایشن کے ممبران کے نام

انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے نومبر 1864 والے ''تاسیسی مینی فسٹو'' میں ہم نے کہا تھا کہ: ''محنت کش طبقوں کے سر کا بوجھ اتارنے کے لئے اگر ضروری ہے کہ ان میں برادرانہ ہم آہنگی ہو تو وہ اپنے اس شاندار مشن کو اس خارجہ پالیسی کے ہوتے ہوئے کیوں کر پورا کرسکتے ہیں جس کی نیت میں فتور ہو، اور جو قومی تعصب بھڑکا کر لوگوں کا لہو اور دھن دولت غارت گری کی جنگ میں بہا دینے پر تلی ہو؟'' انٹرنیشنل جس خارجہ پالیسی کو مانتا ہے، اس کی تعریف ہم نے ان لفظوں میں کی تھی ''اخلاقی برتاؤ اور انصاف کے وہی سیدھے سادے اصول جو افراد کے ذاتی بیوہار میں برتے جانے چاہئیں، قوموں کے باہمی معاملات میں بھی انھی کو حرف آخر سمجھ کر اختیار کیا جائے''۔

کچھ تعجب کی بات نہیں کہ لوئی بونا پارٹ، وہ شخص جس نے فرانس میں طبقوں کے درمیان لڑائی سے فائدہ اٹھا کر طاقت ہتھیائی، اور وقتاً فوقتاً دوسرے ملکوں سے جنگ چھیڑ کر اس کی طاقت مٹھی میں رکھے ہوئے تھا، پہلے دن ہی سے انٹرنیشنل کو ایک خطرناک دشمن شمار کر رہا ہے۔ عین اس وقت جب عام رائے شماری ہونے والی تھی 15 اس نے انٹرنیشنل کی انتظامی کمیٹیوں کے ممبروں پر سارے فرانس میں چھاپے مارنے کا حکم دے دیا، پیرس لیون، روآن، مارسیلز، بریست وغیرہ میں چھاپے مارے گئے اور بہانہ یہ کہ انٹرنیشنل ایک خفیہ سوسائٹی ہے جو اسے قتل کرنے کی سازش میں لگی ہے۔ یہ ایسا جھوٹا بہانہ تھا کہ خود اسی کے ججوں نے تھوڑے دن بعد اس کے بے تکے پن کی قلعی کھول دی۔ انٹرنیشنل کی فرانسیسی شاخوں کا اصلی جرم کیا تھا؟ انہوں نے فرانسیسیوں سے ڈنکے کی چوٹ پر زور دے کر یہ کہا کہ رائے شماری میں ووٹ دینا ملک کے اندر من مانی حکومت اور ملک کے باہر جنگوں کے حق میں ووٹ دینا ہے۔ انہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ فرانس کے تمام بڑے بڑے شہروں اور صنعتی مرکزوں میں مزدور طبقہ ایک ہو کر اٹھا اور اس نے رائے شماری کو ٹھکرا دیا۔ بدقسمتی سے دیہاتی حلقوں میں جہالت کے بوجھ نے ترازو کا پلڑا دوسری طرف جھکا دیا۔ یورپ کے اسٹاک ایکسچینجوں، وزارتوں، حاکم طبقوں اور اخبارات نے رائے شماری پر خوب بغلیں بجائیں کہ یہ فرانس کے مزدور طبقے پر فرانسیسی شہنشاہ کی شاندار فتح ہے، حالانکہ یہ ایک اشارہ تھا کسی ایک آدمی کے گلے پر نہیں، بلکہ قوموں کے گلے پر چھری پھیر دینے کا اشارہ۔

جولائی 1870 میں جنگ چھیڑنے کی سازش (16) دسمبر 1851 میں حکومت کا تختہ الٹنے کا دوسرا ترمیم شدہ ایڈیشن تھی، اور کچھ نہیں۔ پہلی نظر میں یہ بات اتنی واہیات معلوم ہوتی تھی کہ جنگ کے چرچے پر فرانس نے شروع میں کان ہی نہیں دھرے۔ بلکہ اس ممبر (ژیول فاور) کی بات کو زیادہ قابل اعتبار سمجھا جس نے کہا تھا کہ وزیروں کی جنگی دھواں دھار تقریریں شیئر بازار کو جھانسا دینے کے لئے ہیں۔ آخر کار 10 جولائی کا دن آیا جب قانون ساز اسمبلی کے سامنے جنگ کا سرکاری اعلان کیا گیا تو پورے فریق مخالف نے ابتدائی خرچوں کی منظوری دینے سے صاف انکار کر دیا۔ تیئر تک نے اس جنگ کو "ناگوار" کہا اور پیرس کے تمام آزاد اخباروں نے اس کی مذمت کی۔ کمال تو یہ ہوا کہ صوبائی اخباروں تک نے قریب قریب اتفاق رائے سے جنگ کی مخالفت کی۔

اس عرصے میں انٹرنیشنل کے پیرس والے ممبر پھر اپنے کام میں لگ گئے۔ 12 جولائی کے Revel (17) میں "تمام قوموں کے محنت کشوں کے نام" انہوں نے اپنا مینی فیسٹو شائع کیا جس کے بعض اقتباس ہم یہاں دے

رہے ہیں۔

''یورپی توازن کے نام پر اور قومی عزت کا واسطہ دے کر سیاسی امنگوں نے پھر دنیا کے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ فرانس، جرمنی اور اسپین کے محنت کرنے والو، آؤ، ہم سب آواز ملا کر جنگ کے خلاف مذمت کا نعرہ لگائیں! اپنا رتبہ اونچا رکھنے کی خاطر، یا کسی شاہی خاندان کے حق کے لئے جنگ کرنا مزدوروں کی نظر میں ایک احمقانہ جرم کے سوا کچھ نہیں۔ ہم لوگ، جو امن، روزگار اور آزادی کے حامی ہیں، ہم ایسے لوگوں کے جنگی طنطنے کے خلاف احتجاج کرتے ہیں جنہوں نے خود کو "خون کے ٹیکس" سے بری سمجھ رکھا ہے اور جن کے لئے سماج کی مصیبت صرف ایک سرچشمہ ہے نئی سٹہ بازی کا! جرمن بھائیو، اگر ہم میں پھوٹ پڑی تو اس کا خمیازہ یہ بھگتنا پڑے گا کہ دریائے رائن کے دونوں کناروں پر من مانی حکمرانی پوری طرح قدم جما لے... تمام ملکوں کے محنت کشو! چاہے فی الحال ہماری مشترکہ کوششوں کا کوئی بھی نتیجہ نکلے لیکن ہم، انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے ممبر، جن کے نزدیک ریاستی سرحدوں کا کوئی وجود نہیں، ہم آپ کو اپنے اٹوٹ برادرانہ رشتے کی نشانی سمجھ کر فرانس کے مزدوروں کی طرف سے دلی تمنائیں اور سلام بھیجتے ہیں۔"

ہماری پیرس کی شاخوں کے اس مینی فیسٹو کے بعد اسی طرح کے کئی فرانسیسی اعلان نکلے جن میں سے یہاں صرف ایک نیئی سیورسین صوبے کا اعلان کا حوالہ دے سکتے ہیں جو اخبار marseillaise میں (18) جولائی کی 22 تاریخ کو شائع ہوا۔

" کیا یہ جنگ برحق ہے؟ نہیں۔ کیا یہ جنگ قومی ہے؟ نہیں۔ یہ جنگ محض موروثی بادشاہی کی ہے۔ انسانیت کا، جمہوریت کا اور فرانس کے سچے مفاد کا واسطہ دے کر ہم لوگ، جنگ کے خلاف انٹرنیشنل کے احتجاج سے پوری یک دلی اور قوت کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔"

ان احتجاجوں نے فرانسیسی محنت کشوں کے صحیح جذبات ظاہر کئے تھے اور بہت دن نہ گزرنے پائے کہ ایک عجیب وغریب اتفاق سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ ہوا یہ کہ دس دسمبر والوں کی ٹولی 19 کو، جو شروع میں لوئی بونا پارٹ کی ریپبلکن صدارت کے سائے میں تیار ہوئی تھی، مزدوروں کی کرتی پہنا کر جب پیرس کی سڑکوں پر نکالا گیا کہ اپنے کرتبوں سے لوگوں کا جنگی موڈ دکھا دیں تو پاس کی بستیوں کے اصلی مزدوروں نے امن کے حق میں ایسے زبردست جلوس نکالے کہ پولیس پریفیکٹ پیئٹری نے اس میں خیریت سمجھی کہ سڑکوں کی اس سیاست کا سلسلہ فوراً بند کر دے اور اس نے یہ کہہ کر مظاہرے

روک دیئے کہ پیرس کے اصلی باشندوں نے اپنے وطنی جوش وخروش کا اور جنگی غیظ وغضب کا جتنا مظاہرہ کرلیا، بس وہی کافی ہے۔

پروشیا کے ساتھ لوئی بونا پارٹ کی جنگ چاہے کسی کل بیٹھے مگر پیرس میں تو دوسری شہنشاہی کی موت کی گھنٹی بج چکی۔ یہ دوسری شہنشاہی جس گھٹیا سوانگ سے شروع ہوئی تھی اسی پر ختم بھی ہونی ہے۔ تاہم بھولنے کی بات نہیں کہ یہ یورپ کی حکومتیں اور حاکم طبقے ہی ہیں جنھوں نے لوئی بونا پارٹ کو اٹھارہ سال سے بانس پر چڑھا کر پھر سے جمائی ہوئی شہنشاہی کا بے درد تماشا کرایا تھا۔

رہا جرمنی کا معاملہ، تو اس کے لئے یہ اپنے بچاؤ کی جنگ ہے۔ مگر کون ہے جس نے جرمنی کو اپنے بچاؤ پر مجبور کیا؟ کس نے لوئی بونا پارٹ کو اس قابل کیا کہ وہ جرمنی پر ہتھیار اٹھائے؟ پروشیا نے۔ وہ بسمارک ہے جس نے اس شخص لوئی بونا پارٹ سے سانٹھ گانٹھ کر کے یہ قدم اٹھوایا تا کہ اپنے ملک پروشیا میں جمہوری مخالفت کو کچل ڈالے اور جرمنی کو ہوہینز ولرن کی موروثی بادشاہت میں جوڑ لے۔ اگر جرمنی سادووا کے مقام پر جنگ جیتنے کے بجائے ہار گیا ہوتا تو فرانسیسی بٹالینیں پروشیا کے حلیف کی حیثیت سے جرمنی کو روندتی ہوئی بڑھ جاتیں۔ کیا پروشیا نے اپنی فتح کے بعد ایک لمحے کو بھی یہ سوچا کہ دبے ہوئے فرانس کے مقابلے پر آزاد جرمنی کو کھڑا کر دیا جائے؟ نہیں۔ اس کے بالکل برخلاف۔ اپنے پرانے سسٹم کی تمام فطری خوبیاں باقی رکھتے ہوئے، اس نے دوسری سلطنت کے سارے ہتھکنڈے بھی اپنا لئے۔ اس کی سچی من مانی حکمرانی، اور جھوٹ موٹ کی جمہوریت پسندی، اس کے سیاسی کرتب اور مالی کرتوت، بلند بانگ لفظوں کا طومار لیکن گرے ہوئے اطوار۔ بونا پارٹ کی عملداری اب تک تو دریائے رائن کے صرف ایک کنارے پر بہار دے رہی تھی، اب دوسرے کنارے پر بھی اس کا نقلی نمونہ بن کر تیار ہو گیا۔ جب حالت یہ ہو تو جنگ کے سوا اور کیا امید ہو سکتی تھی؟

اگر کہیں جرمن مزدور طبقے نے اس جنگ کو اپنے بچاؤ کی حد سے گزرنے دیا اور اسے فرانسیسی عوام کے خلاف جنگ کی طرف بہک جانے دیا تو چاہے فتح ہو یا شکست، دونوں حالتوں میں تباہی و بربادی یقینی ہے۔ نام نہاد آزادی کی جنگ لڑ لینے کے بعد سے جرمنی پر جو مصائب آئے ہیں وہ اور بھی شدت سے ٹوٹ پڑیں گے۔

لیکن انٹرنیشنل اصول جرمن مزدور طبقے میں اتنے عام ہیں اور اس قدر گہری جڑیں پکڑے ہوئے ہیں کہ ان کی طرف سے ایسی افسوسناک بدگمانی نہیں رکھنی چاہئے۔ فرانسیسی محنت کشوں کی صدا جرمنی سے صدائے بازگشت لے کر پھری

ہے۔ برنشویگ میں 16 جولائی کو مزدوروں کے ایک عام جلسے نے پیرس والے مینی فیسٹو سے پورا اتفاق رائے ظاہر کیا ہے اورفرانس سے کسی قومی ناچاقی کو بے جا قرار دیا ہے۔اس جلسے کی تجویز ان لفظوں پر تمام ہوتی ہے۔

''ہم ہر قسم کی جنگ کے دشمن ہیں، خاص طور سے ان جنگوں کے جو شاہی خاندانوں کے لئے کی جائیں۔۔۔نہایت افسوس اور رنج کیساتھ ہم اپنے بچاؤ کی جنگ لڑنے پر مجبور ہوئے ہیں، ایسی برائی اختیار کرنے پر، جس سے کوئی فرار نہیں۔لیکن ساتھ ہی ہم پورے جرمن مزدور طبقے کو آواز دیتے ہیں کہ وہ اس قسم کی بے پناہ سماجی آفت کے لئے آئندہ کوئی امکان نہ چھوڑے۔۔خود لوگوں (قوموں) کو یہ اختیار دلوا کر کہ وہ جنگ اور امن کا فیصلہ آپ کر سکیں اور اپنی تقدیر کے آپ مالک ہوں۔''

خیمنتز کے مقام پر سیکسونیا کے ۵۰ ہزار مزدوروں کے نمائندوں کے ایک بڑے جلسے میں اس مضمون کی تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی:

''ہم لوگ عام طور پر جرمن جمہوریت کی طرف سے، اور خاص کر ان محنت کشوں کی طرف سے جو سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں ہیں، اعلان کرتے ہیں کہ موجودہ جنگ خاندانی بادشاہت کی جنگ ہے۔۔۔ہمیں وہ برادرانہ ہاتھ تھام کر خوشی ہوتی ہے جو فرانس کے مزدوروں نے ہماری طرف بڑھایا ہے۔۔۔انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے اس نعرے کو ''دنیا کے مزدور، ایک ہو!'' ذہن میں رکھتے ہوئے ہم یہ کبھی نہیں بھول سکتے کہ سبھی ملکوں کے محنت کش ہمارے دوست ہیں اور سبھی ملکوں کے من مانے حاکم ہمارے دشمن ہیں۔''

انٹرنیشنل کی برلن والی شاخ نے بھی پیرس کے مینی فسٹو کا جواب دیا:

''ہم دل وجان سے آپ کے احتجاج میں شریک ہیں۔۔۔اور پکا عہد کرتے ہیں کہ چاہے جنگ کا بگل ہو یا توپ کی گرج چاہے فتح ہو یا شکست، ہمیں اس مشترکہ کام سے کوئی نہیں ہٹا سکتا جو تمام ملکوں کے محنت کے سپوتوں کو متحد کرنے کے لئے ہم کر رہے ہیں۔''

ایسا ہی ہو!

خودکشی کے اس جنگی ہنگامے کے پس منظر میں روس کا سیاہ سایہ منڈلا رہا ہے۔ یہ ایک برا شگون ہے کہ موجودہ جنگ کا سگنل ایسے وقت میں دیا گیا جب ماسکو سرکار نے موقع کی جگہوں پر ریلوے لائنیں بچھانے کا کام پورا کر لیا اور دریائے

پروتھ کی سمت دھڑا دھڑ فوجیں بھیجی جانے لگیں۔ بوناپارٹ کی چڑھائی کے مقابلے میں جرمنوں کو اپنے بچاؤ کی جنگ لڑتے وقت جو ہمدردیاں حاصل ہوسکتی ہیں، اگر کہیں انہوں نے یہ موقع دیا کہ پروشیا کی سرکار کزاکوں کی مدد طلب کرے یا اسے منظور کرے تو وہ فوراً ساری ہمدردیاں کھودیں گے۔ جرمنی کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے نپولین بوناپارٹ سے جب اپنی آزادی کی جنگ لڑی تھی، اس کے کئی نسل بعد وہ زار روس کے قدموں میں پڑا رہا۔

انگلینڈ کا مزدور طبقہ بھی فرانسیسی اور جرمن محنت کش عوام کی طرف بھائی چارے کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ اسے اچھی طرح یقین ہے کہ آنے والی ہولناک جنگ چاہے جو موڑ لے، لیکن وہ وقت آئے گا کہ تمام ملکوں کہ محنت کش طبقوں کا اتحاد ہر قسم کی جنگوں کا خاتمہ کردے گا۔ خود یہ حقیقت، کہ جب فرانس اور جرمنی کے سرکاری حلقے ایک دوسرے کے خلاف برادرکشی کی جنگ میں اترے ہوئے ہیں، دونوں ملکوں کے محنت کش ایک دوسرے کو امن اور خیر خواہی کے پیغام بھیج رہے ہیں۔ یہ شاندار حقیقت، جو ماضی کی تاریخ میں اپنا جواب نہیں رکھتی، ایک روشن مستقبل کی راہ دکھا رہی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اقتصادی بربادیوں اور سیاسی سرساموں والے پرانے سماج کے مقابلے میں ایک نیا سماج ابھر رہا ہے جس کا بین الاقوامی اصول ہوگا۔ امن، کیوں کہ ہر قوم کی حکمرانی اسی ایک ہاتھ میں ہوگی، محنت کے ہاتھ میں!

اس نئے نظام معاشرت کی پیشوا ہے انٹرنیشنل ورکنگ میز ایسوسی ایشن۔

256، ہائی ہولبورن،

لندن، ویسٹرن سنٹرل،

23 جولائی، 1870

مارکس نے 19 اور 23 جولائی 1870 کے درمیان تحریر کیا۔

انگریزی میں جولائی 1870 میں پہلے دستی اشتہار کی شکل میں چھپا۔ پھر لیف لیٹ کے علاوہ، جرمن، فرانسیسی اور روسی اخبارات میں اگست ستمبر 1870 میں شائع ہوا

دستی اشتہار کے پہلے انگریزی ایڈیشن کی لفظ بلفظ عبارت سے ترجمہ کیا گیا ہے، جس کا دوسرے 1870 والے انگریزی

ایڈیشن اور جرمن ایڈیشن سے مقابلہ کیا گیا۔

فرانس اور پروشیا کی جنگ پر انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل کا دوسرا خط یورپ اور امریکہ میں ایسوسی ایشن کے ممبروں کے نام۔

23 جولائی کے اپنے پہلے خط میں ہم نے کہا تھا کہ "دوسری شہنشاہی کی موت کی گھنٹی پیرس میں بج چکی ہے۔ یہ دوسری شہنشاہی جس گھٹیا سوانگ سے شروع ہوئی تھی، اسی پر ختم بھی ہونی ہے۔ تاہم بھولنے کی بات نہیں کہ یہ یورپ کی حکومتیں اور حاکم طبقے ہی ہیں جنہوں نے لوئی بونا پارٹ کو اٹھارہ سال سے بانس پر چڑھا کر پھر سے جمائی ہوئی شہنشاہی کا بے درد تماشہ کرایا تھا۔

اس طرح جنگ کی کاروائی شروع ہونے سے پہلے ہی ہمیں نظر آ گیا تھا کہ لوئی بونا پارٹ کا صابن کا جھاگ اب گئی گزری بات ہے۔ دوسری شہنشاہی کے کس بل کا اندازہ کرنے میں ہم نے ٹھوکر نہیں کھائی اور نہ اس اندیشے میں ہم سے غلطی ہوئی کہ کہیں جرمنی کی "جنگ اپنے بچاؤ کی حد سے گزر کر فرانسیسی عوام کے خلاف جنگ کی طرف نہ بہک جائے۔ سچ پوچھئے تو بچاؤ کی جنگ اسی وقت ختم ہوگئی تھی جب لوئی بونا پارٹ نے ہتھیار ڈالے، سیدان میں فوجوں نے شکست کھائی اور پیرس میں ریپبلک کا اعلان ہو گیا۔ لیکن ان واقعات سے بہت پہلے، اسی وقت جب شہنشاہی فوجوں کا پول کھل چکا تھا، پروشیا کے فوجی ٹولے (camarilla) نے فرانس پر قبضہ کرنے کی نیت باندھ لی تھی۔ ان کی راہ میں بس ایک ناگوار رکاوٹ کھڑی تھی، یعنی لڑائی شروع ہوتے وقت قیصر ولہلم کا اپنا اعلان جنگ۔ شمالی جرمن رائخ ستاگ کے نام قیصر نے تخت کی طرف سے تقریر کرتے وقت یہ پختہ عہد کیا تھا کہ جو لڑائی لڑی جائے گی وہ شہنشاہ فرانس کے خلاف ہوگی، فرانسیسی عوام کے خلاف نہیں۔ گیارہ اگست کو اس نے فرانسیسی قوم کے نام ایک اعلان شائع کیا جس میں وہ کہتا ہے

> "شہنشاہ نپولین نے خشکی اور تری کے راستے چونکہ اس جرمن قوم پر حملہ کر دیا ہے جو فرانس والوں کے ساتھ پہلے بھی امن سے رہنا چاہتی تھی اور اب بھی یہی چاہتی ہے، لہٰذا میں نے جرمن فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی ہے تاوقتیکہ اس کے حملے کو پسپا کر دوں اور یہ فوجی صورت حال کا تقاضا تھا کہ فرانس کی سرحد پار کی جائے۔"

اس جنگ میں جو اپنے بچاؤ کی نوعیت اسے اجاگر کرنے میں قیصر ولہلم نے صرف ہی نہیں کہا کہ " حملے کو پسپا کرنے

کے لئے "جرمن فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی ہے بلکہ یہ بھی بڑھا دیا کہ "فوجی صورت حال کا تقاضا" تھا کہ فرانس کی سرحد پار کی جائے۔ اپنے بچاؤ کی جنگ میں ، یقیناً یہ بھی ہوتا ہے کہ "فوجی صورت حال کے تقاضے" سے بڑھ کر حملہ کیا جائے۔

چنانچہ یہ نیک طینت بادشاہ فرانس کے اور ساری دنیا کے سامنے اپنے اس عہد کا پابند ٹھہرا کہ جنگ صرف اپنے بچاؤ کی حد تک کی جائے گی۔ اب اس عہد سے اسے بری کیسے کیا جائے؟ تماشے کا بندوبست کرنے والوں کو یہ سوانگ رچانا تھا کہ جرمن قوم کے دباؤ کی تاب نہ لا کر بادشاہ سلامت کو اپنی مرضی کے بغیر جھکنا پڑا ہے۔

انہوں نے آزاد خیال جرمن درمیانی طبقے کو، جس میں پروفیسر، سرمایہ دار، میونسپل کونسلر، اور اخبار نویس شامل ہیں، اشارہ کر دیا۔ درمیانی طبقے کے لوگ جو شہری آزادی کی خاطر اپنی جدوجہد میں 1846 سے 1870 تک ہچکچاہٹ کا، نااہلی کا، اور بزدلی کا بے مثال منظر پیش کرتے رہے تھے، ایک دم خوشی سے دمک اٹھے کہ انہیں یورپ کے اسٹیج پر جرمن وطن پروری کے دھاڑتے ہوئے شیر کی طرح اچھل کود کرنا تھی۔ اس طبقے کی شہری آزادی بھی کھل کر سامنے آگئی کہ وہ پروشیا کی حکومت کو خود اسی کے خفیہ منصوبے پورے کرنے پر مجبور کرنے کا دکھاوا کر رہا تھا۔ لوئی بونا پارٹ کے اٹل اور بے خطا ہونے پر اس طبقے کو جو ایک زمانے سے پکا ایمان دار تھا، اب اس گناہ کا کفارہ یوں ادا کرنا پڑ رہا ہے کہ فرانسیسی ریپبلک کا شیرازہ بکھیرنے کے حق میں شور مچایا جائے۔ آیئے، ذرا سنیں تو کہ یہ شیر دل دیش بھگت کیا کیا خاص دعوے کر رہے ہیں۔

وہ یہ بات بنانے کی تو ہمت نہیں کرتے کہ الزاس اور لارین علاقے کے لوگ جرمنی کی آغوش میں آنے کو بے قرار ہیں۔ اصلیت اس کے برعکس ہے۔ استراسبورگ کا شہر، جس کا قلعہ الگ تھلگ کھڑا ہوا پورے منظر پر حاوی ہے، اسے فرانسیسی حب وطن کی سزا دینے کے لئے چھ دن تک "جرمن" آتشی گولوں کی زد میں لے کر بے تحاشہ اور بے وجہ گولہ باری سے پھونک ڈالا گیا اور اس کے نہتے، بے بس لوگوں کی بڑی تعداد مٹی میں ملا دی گئی۔ پھر بھی کہنے کو چونکہ ان صوبوں کی سرزمین کبھی کسی زمانے میں مرحوم جرمن سلطنت میں (20) رہ چکی ہے، اس لئے یہ زمین اور اس پر بسنے والے، دونوں جرمنی کی غیر منقولہ جائداد قرار دے کر ضبط کر لئے جائیں۔ اگر اسی طرح قدیم کے حامیوں کا شوق پورا کرنے میں یورپ کے پرانے نقشے کو پھر سے بحال کیا جائے تو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ برانڈن برگ کا الکٹور بھی پروشیائی علاقوں کے والی ریاست کی حیثیت سے پولینڈ کی ریپبلک کا باج گزار تھا (21)

تاہم جو زیادہ ہوشیار محبان وطن ہیں، وہ الزاس صوبے اور لارین کے جرمن زبان بولنے والے علاقے کو فرانسیسی حملہ آوری کے توڑ پر ایک "ٹھوس ضمانت" کہہ کر لینا چاہتے ہیں اس گھٹیا چال نے چونکہ بہت سے کم نظر لوگوں کو آنکھوں میں دھول جھونک دی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالیں۔

اس میں شک نہیں کہ رائن کے دوسرے کنارے کی نسبت سے الزاس کی عام ساخت اور بازل اور گیرمیر سگیئم کے تقریباً بیچوں بیچ استراسبورگ جیسے بڑے قلعہ بند شہر کا واقع ہونا جنوبی جرمنی پر چڑھائی کرنے میں کچھ دشواریاں پیدا کرتا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ الزاس کو اور لارین کے جرمن بولنے والے علاقے کو اگر مان لیا جائے تو جنوبی جرمنی کے ہاتھ اتنی مضبوط سرحد آ جائے گی کہ وہ ووسگیس پہاڑی سلسلے کی ایک چڑھائی پر پوری طرح حاوی ہو جائے گا اور وہ قلعے بھی اس کے قبضے میں رہیں گے جو شمالی دروں کے پہرہ دار ہیں۔ اگر اس کے ساتھ میتز بھی ملا لیا جائے تو پھر جرمنی کے خلاف جنگی کاروائی کرنے میں فرانس اپنے دو خاص گڑھ فی الحال کھو دے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نانسی یا ویردیں کے مقام پر نئے گڑھ بنانے سے رک جائے۔ جب خود جرمنی کے پار کوبلینتس، مائنتس، گیرمیر سگیئم، رشٹاڈ اور اولم جیسے ٹھکانے فرانس پر کاروائی کرنے کے لئے موجود ہیں اور موجودہ جنگ میں ان کا جی بھر کر استعمال بھی ہوا ہے تو پھر اس میں جلنے کی کیا بات ہے۔ اگر فرانس کے پاس دریا پار صرف دو اہم قلعے رہتے ہیں استراسبورگ اور میتز۔ پھر یہ بھی کہ استراسبورگ سے جنوبی جرمنی کو صرف اسی حالت میں خطرہ ہوگا جب شمالی جرمنی سے علیحدہ ایک طاقت ہو۔ 1792 سے 1795 تک جنوبی جرمنی پر اس سمت سے کبھی چڑھائی نہیں ہوئی کیوں کہ انقلاب فرانس کے خلاف جنگ میں پروشیا خود ایک فریق تھا۔ لیکن جیسے ہی پروشیا نے 1790 میں اپنے طور پر صلح نامہ (22) کر کے، جنوبی جرمنی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تو جنوبی جرمنی پر چڑھائی شروع ہوگئی جو 1809 تک چلی اور استراسبورگ نے جنگی اڈے کا کام دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک متحدہ جرمنی استراسبورگ کے گڑھ کو اور الزاس میں کسی بھی فرانسیسی فوج کو، جیسا کہ موجودہ جنگ میں کیا، اس طرح بے اثر کر سکتی ہے کہ سارلوئی اور لانداؤ مقامات کے درمیان اپنی فوجیں جمع کر دے اور مائنتس اور میتز کے درمیان سڑک کے کنارے کنارے فوج آگے بڑھا دے یا لڑنا منظور کرے۔ جرمن فوجوں کی بھاری تعداد وہاں تعینات وہ تو پھر کوئی فرانسیسی فوج جو استراسبورگ سے جنوبی جرمنی میں پیش قدمی کرے گی دونوں بازوؤں سے گھر جائے گی اور عقب سے اس کے درمیانی رابطے خطرے میں پڑیں گے۔ اگر حال کی جنگی مہم نے کچھ ثابت کیا ہے تو یہ کہ جرمنی سے فرانس پر چڑھائی کرنے کی سہولت موجود ہے۔

لیکن ایمان داری سے جانچیئے تو کیا یہ محض حماقت اور دقیانوسی پن نہیں ہے کہ فوجی مصلحتوں کو وہ اصول مانا جائے جس کی رو سے قوموں کی سرحدیں طے پائیں؟ اگر اسی اصول پر عمل درامد ہونے لگے تو آج بھی آسٹریا کا حق ہوگا کہ وینس اور مینچو کی لائن تک کا علاقہ ملے تاکہ پیرس کی حفاظت کی جا سکے، کہ اگر شمال مشرق کی سمت سے حملہ ہو تو پیرس تک راستہ زیادہ کھلا ہے بہ نسبت برلن کے، جس پر جنوب مغرب سے حملہ کیا جائے۔ اگر سرحدیں طے کرنے میں جنگی مصلحتوں کی ہی پابندی کی جائے تو پھر دعووں کی کوئی انتہا نہیں رہے گی کیوں کہ ہر ایک فوجی لائن میں کہیں نہ کہیں خرابی ہے، کچھ اور باہر کے علاقے کو جوڑ کر یہ خرابی کم کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ قطعی طور سے اور انصاف کے ساتھ سرحدیں کبھی طے نہیں کی جا سکتیں کیونکہ وہ ہمیشہ فاتح کی طرف سے مفتوح کے سر منڈھی جاتی ہیں۔ اور انجام اس کا یہ کہ ان سرحدوں کے اندر نئی جنگوں کے بیج دبے رہ جاتے ہیں۔

پوری تاریخ کا یہی سبق ہے۔ جو بات افراد کے حق میں صحیح ہے وہی قوموں کے حق میں بھی ہے۔ اگر انہیں دوسرے پر ہاتھ اٹھانے کی طاقت سے محروم کرنا ہے تو اپنی حفاظت کے ذریعے سے بھی محروم کرنا ہوگا۔ گلا گھونٹنا کافی نہیں، قتل بھی کرنا پڑے گا۔ اگر کبھی کسی فاتح نے کسی قوم کی نسیں توڑنے کے لئے "ٹھوس ضمانت" طلب کی ہے تو وہ نپولین اول تھا جس نے تلست کے صلح نامے کے وقت ایسا کیا (23) اور پروشیا اور باقی جرمنی کے خلاف اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ لیکن کچھ ہی سال گذرے تھے کہ اس کی زبردست طاقت جرمن لوگوں پر ایک گلے ہوئے نرکل کی طرح بکھر کر رہ گئی۔ جو "ٹھوس ضمانتیں" کسی وقت نپولین اول نے پروشیا سے زبردستی وصول کی تھیں کیا اب پروشیا ان سے بڑھ کر "ٹھوس ضمانتیں" انتہائی طیش میں فرانس سے وصول کرنے کی ہمت کر سکتا ہے؟ نتیجہ اس سے کچھ کم تباہ کن نہیں نکلنے والا۔ تاریخ جب جرمانہ لگائے گی تو وہ اس حساب سے نہیں ہوگا کہ فرانس سے کتنے مربع میل علاقہ چھینا گیا تھا بلکہ اس حساب سے ہوگا کہ 19 ویں صدی کے دوسرے نصف میں ملک ہتھیانے کی پالیسی کو پھر سے زندہ کرنے کا جرم کتنا شدید تھا۔

لیکن تیوتونی (24) حب الوطنی کے حمایتی کہتے ہیں: آپ جرمنوں کو فرانسیسیوں سے غلط ملط نہ کیجئے۔ ہمیں شان بگھارنی نہیں ہے، ہمیں سلامتی چاہیئے۔ جرمن اصل میں امن پسند قوم ہیں۔ ان کی شریفانہ نگرانی میں آ کر کسی علاقے کی فتح مستقبل میں جنگ کا سبب رہنے کی بجائے مستقل امن کی ضمانت بن جاتی ہے۔ اس میں کیا شک ہے! وہ کوئی جرمنی تھوڑی تھا جس نے 1792 میں اس اعلیٰ مقصد کی خاطر کہ سنگینوں سے اٹھارویں صدی کے انقلاب کا سینہ چھلنی کر دیا جائے فرانس پر

چڑھائی کی تھی! اور وہ بھی جرمنی نہیں، کوئی اور تھا جس نے اٹلی کو اپنا ماتحت بنا کر، ہنگری کو کچل کر، پولینڈ کے ٹکرے کر کے اپنے نام کو بٹہ لگایا۔ اور جرمنی کا یہ موجودہ فوجی نظام، جس میں تمام تندرست نرینہ آبادی دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ مستقل صف بندی کی ہوئی فوج اور دوسرا حصہ مستقل ریزرو فوج، اور دونوں کے دونوں خدا کے فضل سے اپنے حاکموں کی مرضی کے آگے سر جھکائے ہوئے، یہ فوجی نظام امن کی "ٹھوس ضمانت" تو خیر ہے ہی، اوپر سے تہذیب کا اعلیٰ مقصد بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور جگہوں کی طرح جرمنی میں بھی حکومت وقت کے خوشامدی جھوٹ موٹ اپنی تعریفوں کے پل باندھ کر لوگوں کے دماغوں کو زہر آلود کر دیتے ہیں۔

یہ جرمن محبان وطن میتز اور استراسبورگ میں فرانسیسی قلعہ بندیاں دیکھ کر تو بہت ناک بھوں چڑھاتے ہیں، لیکن انہیں وارسا، مودلین اور ایوان گورود میں ماسکو والوں کی قلعہ بندیوں کے جال میں کوئی ہرج نہیں دکھائی دیتا۔ بونا پارٹ کی یلغار کی دہشت پر تو وہ بہت شور مچاتے ہیں لیکن اپنے سر پر زار کی شخصی حکومت کا سایہ دیکھ کر آنکھیں میچ لیتے ہیں۔

جس طرح 1860 میں لوئی بونا پارٹ اور بسمارک نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کئے تھے، اسی طرح اب 1870 میں گرچاکوف نے یہ سوچ کر دل خوش کر لیا تھا کہ 1866 کی جنگ آسٹریا اور پروشیا دونوں کو ہلکان کر چکی، اور اب میرا وقت ہے کہ جرمنی کی قسمت کا فیصلہ کروں، اسی طرح اب زار روس الیکساندر دل میں خوش ہو رہا ہے کہ 1870 کی جنگ سے جرمنی اور فرانس دونوں نڈھال ہو چکے، لہٰذا میں مغربی یورپ کا سرپنچ بن جاؤں گا۔ جس طرح دوسری شہنشاہی کو اندیشہ تھا کہ شمالی جرمنی کی یونین اور وہ دونوں کی ایک وقت میں بسر نہیں ہو سکتی، اس طرح زار شاہی روس کو یہ فکر لگ گئی ہوگی کہ جرمن سلطنت اور وہ بھی پروشیائی لیڈر شپ کے سائے میں خود اس کے لئے ایک خطرہ ہے۔ پرانے سیاسی نظام کا قانون کچھ ایسا ہی ہے۔ اس نظام کے اندر ایک ریاست کا فائدہ دوسری ریاست کا نقصان ہے۔ یورپ پر زار روس کی بالادستی کی جڑ یہاں ہے کہ جرمنی پر اس کی پرانی گرفت چلی آتی ہے۔ ایسے وقت جبکہ خود روس میں ہی لاوے کی طرح ابلتی ہوئی سماجی طاقتیں شخصی حکومت کی جڑ بنیاد ہلا ڈالنے پر تلی ہوئی ہیں، کیا زار روس ملک سے باہر اپنے وقار کا اتنا بڑا نقصان برداشت کر سکتا ہے؟ ابھی سے ماسکو کے اخبار وہ زبان بول رہے ہیں جو 1866 کی جنگ کے بعد بونا پارٹ والے اخبار بولا کرتے تھے۔ کیا واقعی تیوتونی دیش بھگت یہ سوچتے ہیں کہ فرانس کو جبراً روس کی پناہ میں دے کر جرمنی امن و آزادی کی ضمانت حاصل کر لے گا؟ اگر جنگ میں فتح یاب رہنے کی بدولت، کامیابی کے نشے اور شاہی خاندانوں کے جوڑ توڑ کے سبب سے جرمنی نے فرانس

کے علاقوں پر ہاتھ صاف کرنے کا راستہ اپنایا تو پھر خود جرمنی کے لئے دو ہی راستے رہ جائیں گے: یا تو یہ کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، روس کی قابضانہ سیاست کا ایک کھلا پرزہ بن کر رہے، یا تھوڑی سی مہلت گذارنے کے بعد پھر ایک اور "بچاؤ" کی جنگ کے لئے کمر بستہ ہو جائے، اس قسم کی جنگ نہیں جیسی نو ایجاد محدود "مقامی" جنگیں ہونے لگی ہیں، بلکہ نسلی جنگ کے لئے، ایسی جنگ جو متحدہ سلاف اور رومن نسلوں سے لڑنی ہوگی۔

جرمن مزدور طبقے نے، کہ اس جنگ کو روکنا اس کے بس کی بات نہ تھی ثابت قدمی سے جنگ کا ساتھ دیا اور اسے جرمنی کی آزادی کی جنگ، فرانس اور یورپ کو دوسری شہنشاہی کے گھناؤنے عذاب سے نجات دلانے کی جنگ قرار دیا۔ جرمنی کے صنعتی مزدوروں نے دیہات کے محنت کشوں سے مل کر اس سورما فوج کی شہ رگ مہیا کی اور آدھے پیٹ کھا کر جینے والے کنبوں کو چھوڑ کر نکل گئے۔ وطن سے باہر میدان جنگ میں وہ تباہ ہو چکے، اب وطن میں افلاس اور محتاجی سے تباہ ہوں گے۔ اب اپنی باری کو وہ " گارنٹی" طلب کرتے ہیں، اس بات کی گارنٹی یا ضمانت کہ ان کی بے شمار قربانیاں ضائع نہ جائیں، انہیں آزادی نصیب ہو، اور بونا پارٹ کی فوجوں پر جو فتح پائی ہے وہ 1810 کی فتح کی طرح جرمن عوام کی شکست 81 میں تبدیل نہ ہونے پائے۔ اور ان سب میں پہلی ضمانت کے طور پر ان کا تقاضا ہے کہ فرانس سے عزت آبرو کے ساتھ صلح ہو اور فرانسیسی ریپبلک کو تسلیم کیا جائے۔

جرمن سوشل ڈیموکریٹک مزدور پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے ستمبر کو ایک مینی فیسٹو (اعلان نامہ) شائع کیا ہے جہاں پورے زور شور سے ان ضمانتوں کا تقاضا موجود ہے:

> "ہم الزاس اور لارین کو اپنے علاقے میں ملا لینے کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ ہمیں پورا شعور ہے کہ جرمن مزدور طبقے کی طرف سے یہ آواز بلند کر رہے ہیں۔ فرانس اور جرمنی کے مشترکہ مفاد کی خاطر، امن اور آزادی کی خاطر، مشرقی درندگی کے مقابلے پر مغربی تمدن کی خاطر، جرمن محنت کش الزاس اور لارین کے ملا لئے جانے کو ہرگز خاموشی سے برداشت نہیں کریں گے.... پرولتاریہ کے مشترکہ بین الاقوامی مقصد کے لئے تمام ملکوں میں ہم اپنے رفیق محنت کشوں کا دیانت داری سے ساتھ دیں گے۔

بد قسمتی سے ہمیں یہ امید نہیں بندھتی کہ انہیں فوری کامیابی میسر ہو جائے گی۔ فرانس کے محنت کش جب امن کی حالت میں حملہ آور کا ہاتھ تھامنے سے ہار گئے تو اب جرمن محنت کش ہتھیاروں کی جھنکار میں فاتح کو کیسے روک سکتے ہیں۔

جرمن مزدوروں کا اعلان نامہ کہتا ہے کہ لوئی بونا پارٹ کو ایک عام مجرم کی حیثیت سے فرانسیسی ریپبلک کے حوالے کر دیا جائے۔ مگران کے حاکموں کی، اس کے برخلاف انتہائی کوشش ہے کہ اسے پھر تویلری کے تخت 82 پر بٹھا دیا جائے کیونکہ وہ فرانس کو تباہی تک پہنچانے کے لئے سب سے موزوں آدمی ہے۔ جو بھی صورت بنے، بہرحال تاریخ ثابت کر دے گی کہ جرمن مزدور طبقہ اس پھس پھسے مسالے سے نہیں بنا جس سے جرمن درمیانی طبقے کا خمیر اٹھا ہے، محنت کش اپنا فرض ادا کر دیں گے۔

ان کے ساتھ ہم بھی فرانس میں ریپبلک کی آمد کا استقبال کرتے ہیں۔ لیکن چند ایسی باتوں پر ماتھا ٹھنکتا ہے جو امید ہے کہ بے بنیاد ثابت ہوں گی۔ اس ریپبلک نے راج سنگھاسن کو ہٹایا نہیں بلکہ اس کی خالی جگہ بھر دی ہے۔ خود کو اس نے ایک سماجی فتح کے طور پر نہیں، بلکہ ڈیفنس کی ایک قومی تدبیر بنا کر دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ ریپبلک ابھی عارضی حکومت کے ہاتھوں میں ہے جو کچھ تو بدنام اورلین والوں 83 سے مل کر بنی ہے اور کچھ درمیانی طبقے کے ریپبلکنوں سے جن میں بعض کی آستینوں پر جون 1848 کی بغاوت کا لہو ایسا لگا ہے کہ دھل نہیں سکتا۔ عارضی حکومت کے ممبروں میں کام کی تقسیم بھی بے تکی ہے۔ اورلین والوں نے فوج اور پولیس پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے اور جنہیں ریپبلکن ہونے کا دعویٰ ہے ان کے ہاتھ صرف بحثا بحثی کے محکمے آئے ہیں۔ اس حکومت کی شروع کی ہی بعض کاروائیاں حد سے آگے بڑھ کر یہ دکھاتی ہیں کہ ان لوگوں کو پچھلی شہنشاہی سے صرف کھنڈر ہی وراثت میں نہیں ملے بلکہ مزدور طبقے کی دہشت بھی پہنچی ہے۔ اگر یہ حکومت ریپبلک کے نام پر اناپ شناپ وعدے کر رہی ہے تو کہیں اس کی غرض یہ تو نہیں کہ جیسی حکومت" کام چلا سکے" یہ اس کے حق میں شور برپا کرنے کی تیاری ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہونے والا کہ درمیانی طبقے کے بعض کرتا دھرتاؤں کے خیال کے مطابق ریپبلک کو محض ایک درمیانی سیڑھی یا پل بنا لیا جائے اور لین والوں کو پھر سے تخت حکومت پر پہنچانے کے لئے؟

غرض کہ فرانس کا مزدور طبقہ انتہائی دشوار حالات سے گذر رہا ہے۔ ایسے توڑ کے وقت میں، جب دشمن پیرس کے دروازے پر دستک دے رہا ہے، نئی سرکار کو الٹنے کی کوشش کرنا انتہائی حماقت ہوگی۔ فرانسیسی محنت کشوں کا فرض ہے کہ وہ شہری کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کریں، لیکن ہوشیار رہیں کہ کہیں 1792 والے ماضی کی قومی یادیں انہیں اسی طرح راہ سے بے راہ نہ کر دیں جیسے فرانسیسی کسان پہلی شہنشاہی کی قومی یادوں کے بہکاوے میں آ گئے تھے۔ انہیں اپنا سارا ماضی نہیں دہرانا، مستقبل ضرور بنانا ہے۔ انہیں چاہئے کہ پختہ ارادے اور ٹھنڈے دل کے ساتھ ریپبلکن آزادی کے ذریعوں کو

ابھارتے چلے جائیں تا کہ ان سے اپنی طبقاتی تنظیم کا کام لیتے رہیں۔اس کی بدولت انہیں فرانس کو نئی زندگی عطا کرنے کے لئے اور ہماری مشترکہ منزل، یعنی محنت کے سر کا بوجھ اتارنے کے لئے زبردست سورمائی کس بل میسر آئے گا۔انہی کی توانائی اور دانائی پر اب ریپبلک کی قسمت کا دارومدار ہے۔

انگریز محنت کشوں نے ایسی کچھ تدبیریں اختیار کر لی ہیں کہ فرانسیسی ریپبلک کو تسلیم کرنے میں ان کی حکومت جو ٹال مٹول کرتی رہی، باہر سے دباؤ ڈال کر اس کا تدارک کیا جائے 84۔فی الحال انگریزی حکومت کی طرف سے جو وقت گذاری ہو رہی ہے، وہ غالباً اس لئے کہ 1792 والی جیکوبی دشمن جنگ کے داغ دھبے مٹائے اور پچھلے انقلاب حکومت 85 کو تسلیم کر لینے میں ناگوار جلد بازی کا کفارہ ادا کر دیا جائے۔انگریز محنت کشوں نے اپنی حکومت پر یہ زور بھی ڈالا ہے کہ فرانس کے حصے بخرے کرنے کے خلاف اپنی پوری طاقت استعمال کرے، حالانکہ کچھ انگریزی اخبارات بے شرمی سے اس کے حق میں بہت چیخ و پکار مچائے ہوئے ہیں۔یہ وہی اخبارات ہیں جنہوں نے پورے بیس برس تک لوئی بوناپارٹ کو یورپ کا کرتا دھرتا بتا کر اس کی پوجا کی تھی اور امریکی بردہ فروشوں کی بغاوت پر شادیانے بجائے تھی۔تب کی طرح وہ آج بھی بردہ فروشوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی شاخوں کو یہ کرنا ہے کہ ہر ایک ملک میں مزدور طبقے کے اندر عمل کی روح دوڑا دیں۔اگر مزدوروں نے اپنا فرض بھلایا، اگر وہ بے عمل رہ گئے، تو آج کی خوفناک جنگ اس سے بھی زیادہ ہولناک اور تازہ بین الاقوامی جنگوں کا پیش خیمہ بن جائے گی اور ہر ایک ملک میں مزدوروں کے سر پر اہل شمشیر کو، زمین اور زر کے مالکوں کو پھر سے سوار کر دے گی۔

Vive La Re'publique!

256 ہائی ہولبورن

لندن، ویسٹرن سنٹرل،

9 ستمبر، 1870

مارکس نے 6 اور 9 ستمبر 1870 کے درمیان لکھا۔

فرانس میں خانہ جنگی

انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کا خط

یورپ اور امریکہ میں ایسوسی ایشن کے تمام ممبروں کے نام

4 ستمبر 1870 کو پیرس کے مزدوروں نے ریپبلک کے قیام کا اعلان کیا۔تقریباًاسی وقت پورے فرانس نے ایک آواز ہوکر اس کا خیر مقدم کیا۔لیکن عہدوں کے بھوکے بیرسٹروں کی ایک ٹولی نے ،جس کا سیاسی رہنما تیئیر تھا اور فوجی جنرل تروشیو،ٹاؤن ہال(Hotel de Ville) کو اپنے قبضے میں لے لیا۔اس وقت ان لوگوں کے سروں میں سودا سمایا ہوا تھا کہ تاریخ کے ایسے تمام نازک ادوار میں پورے فرانس کی نمائندگی کرنا پیرس ہی کا منصب ہے۔فرانس کے حاکم کہلانے کی دھاندلی کو جائز ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اتنا کافی سمجھا کہ پیرس سے اپنی منتخبہ ممبری کا وہ اختیار ہی دعویٰ میں پیش کر دیں جس کی میعاد گذر چکی تھی۔ان لوگوں کے اس مرتبے پر پہنچنے کے پانچ دن بعد ہم نے پچھلی جنگ کے متعلق اپنے دوسرے خط میں آپ پر واضح کر دیا تھا کہ ان لوگوں کی حقیقت کیا ہے۔پھر بھی اچانک تلاطم برپا ہونے کی اس حالت میں، جب مزدور طبقے کے اصلی رہنما، بوناپارٹ کی جیلوں میں پڑے تھے اور پروشیا کی فوج پیرس کی طرف بڑھ رہی تھی، پیرس نے ان کے ہاتھ میں اختیارات کی باگ ڈور صرف یہ سوچ کر گوارا کر لی کہ انہیں قومی دفاع کی خاطر استعمال ہونا ہے۔پیرس کو مسلح کیا جائے،انہیں واقعی ایک جنگی طاقت بنایا جائے،اور خود لڑائی کی آنچ میں تپا کر فن جنگ سکھایا جائے۔لیکن پیرس کو مسلح کرنے کے معنی تھے انقلاب کو ہتھیار سجانا۔پروشیا کے حملہ آوروں پر پیرس کا فتح یاب ہونا خود فرانسیسی سرمایہ داروں اور ان کی سرکار کے مفت خوروں پر فرانس کے مزدوروں کا فتح یاب ہونا بن جاتا۔قومی دفاع کے لئے بننے والی حکومت قومی فرض اور طبقاتی مفاد کے اس ٹکراؤ میں ذرا بھی نہ ہچکچائی اور قومی دغا کی سرکار بن کر رہ گئی۔

ان لوگوں نے پہلی حرکت یہ کی کہ تیئیر کو یورپ کے تمام راج درباروں کے دورے پر بھیج دیا تا کہ وہاں وہ ریپبلک دے کر بادشاہ لینے کی شرط پر بیچ بچاؤ کی بھیک مانگتا پھرے۔جب پیرس کے محاصرے کو چار مہینے گذر گئے تو انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب ہتھیار ڈالنے کے بول زبان پر لانے کا لمحہ آ پہنچا۔چنانچہ جنرل تروشیو نے ژیول فاور کی اور اپنے دوسرے رفیقوں کی موجودگی میں پیرس کے میئر نے حاضرین کے سامنے یوں لب کشائی کی:

"چار ستمبر کی شام کو ہی میرے رفیقوں نے میرے سامنے یہ سوال رکھا تھا کہ کیا اس بات کی گنجائش ہے کہ پروشیائی فوج کے محاصرے میں رہ کر پیرس کامیابی سے مقابلہ کرلے؟ میں نے بغیر ہچکچاہٹ کے نفی میں جواب دیا تھا۔ کچھ حضرات جو یہاں موجود ہیں، میرے ان الفاظ کی سچائی اور رائے کے استقلال کی تصدیق کریں گے۔ میں نے اسی وقت کھلے لفظوں میں جتا دیا تھا کہ موجودہ حالت میں پیرس کی یہ کوشش کہ پروشیائی فوج کے محاصرے میں پڑ کروہ مقابلے سے کامیاب نکلے، ایک حماقت ہوگی۔ میں نے یہ بھی بڑھا دیا تھا کہ اس میں شک نہیں کہ بڑی جانبازانہ حماقت ہوگی..." بعد کے واقعات نے (یہ واقعات اسی کے ہاتھ میں تھے) "میری پیش گوئی ثابت کردی ہے۔"

جو میئر حاضر تھے ان میں سے کوربوں نام کے ایک میئر نے جنرل تروشیو کی یہ چھوٹی سی پیاری تقریر بعد میں شائع کر دی۔

چنانچہ اسی شام جب ریپبلک کا نشان بلند کیا گیا تروشیو کے ساتھ والوں کو اس کا یہ "منصوبہ" کہ پیرس ہتھیار ڈال دے معلوم تھا۔ اگر قومی دفاع تیئر، فاور اینڈ کمپنی کی ذاتی حکومت قائم کرنے کا بہانہ بننے کے سوا اور کچھ ہوتا تو 4 ستمبر کے نو دولتیوں کو چاہیئے تھا کہ 5 ستمبر کو ہی گدی چھوڑ دیتے، اور پیرس والوں پر جنرل تروشیو کا منصوبہ کھول کر صاف کہہ دیتے کہ یا تو وہ فوراً ہتھیار ڈالیں، ورنہ اپنے معاملات کے خود مالک و مختار بنیں۔ اس کے بجائے ان بے ایمانوں اور دغابازوں نے طے کیا کہ پیرس کی "جانبازانہ حماقت" کا علاج فاقہ کشی اور خونریزی سے کیا جائے اور علاج ہونے تک ان بلند بانگ اعلانوں سے شہر کو بے وقوف بنایا جائے کہ "پیرس کا گورنر تروشیو ہرگز ہتھیار نہیں ڈالے گا" ژیول فاور وزیر خارجہ "ہماری سرزمین کا ایک انچ اور ہمارے قلعوں کا ایک پتھر بھی دینے پر آمادہ نہیں ہوگا۔" اور اسی وزیر خارجہ نے گمبیٹا کے نام ایک خط میں خود اپنی زبان سے مان لیا کہ "دفاع" پروشیائی فوج سے نہیں بلکہ پیرس کے مزدوروں سے کیا جارہا ہے۔ محاصرے کے پورے عرصے میں بوناپارٹ کے یہ ٹھگ، جنہیں تروشیو نے بڑی ہوشیاری سے پیرس کی فوج کی کمان سونپ رکھی تھی، ذاتی خط و کتابت میں جھوٹ موٹ کے اس دفاع پر گندے فقرے کسنے سے بھی نہیں چوکتے تھے (مثال کے طور ملاحظہ ہو پیرس کی دفاعی فوج کے توپ خانے کے کمانڈر انچیف اور سب سے بڑے خطاب یافتہ الفونس سیموں گیز کی توپ خانہ ڈویژن کے جنرل سیوزن سے وہ خط و کتابت جسے پیرس کمیون کے Journal Officiels میں (30) شائع کر کیا گیا۔ 28 جنوری 1871 کو (31) آخر ان بہروپیوں نے نقاب اتار دیا۔ قومی دفاع کی حکومت نے ہتھیار ڈالنے کے معاملے میں اپنی

گراوٹ کا ایسا شاندار مظاہر کیا کہ وہ فرانس کی حکومت ہوتے ہوئے بسمارک کے قیدی بنے نظر آئے۔ یہ ایسا گراہوا فعل تھا کہ لوئی بونا پارٹ جیسا آدمی سیدان میں اسے قبول کرنے پر تیار نہیں تھا۔ 18 مارچ کے واقعے کے بعد جب وہ سر پر پاؤں رکھ کر وارسائی کی طرف فرار ہوئے تو یہ شکست خورے(capitulards) (32) بھاگتے وقت پیرس کے ہاتھ اپنی غداری کی وہ تحریری شہادتیں بھی چھوڑ گئے، جنہیں مٹا دینے کی خاطر، بقول کمیون

"یہ لوگ پیرس کو خون کے سمندر میں ڈوبا ہوا خاک کا ڈھیر بنانے سے بھی باز نہ آتے۔"

کمیون کے یہ الفاظ اس اعلان نامے میں لکھے ہیں جو صوبوں کے نام بھیجا گیا۔

قومی دفاع کی حکومت کے بعض خاص ممبروں کو اتنا تہس نہس کرانے کی جو بے چینی لگی ہوئی تھی اس میں بھی ان کی کچھ مخصوص ذاتی مصلحتیں کام کر رہی تھیں۔

جنگ بندی معاہدے پر دستخط ہونے کی دیر تھی کہ قومی اسمبلی میں پیرس کے ایک نمائندے موسیو میلیئر نے جسے بعد میں ژیول فاور کے حکم خاص پر گولی ماردی گئی، اس بات کے ثبوت میں مستند قانونی تحریروں کا ایک سلسلہ شائع کیا کہ ژیول فاور کے ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے۔ یہ عورت الجیریا جا کر بسنے والے کسی شرابی کی بیوی تھی۔ کئی سال تک نہایت ذلیل جعل سازیوں سے کام لے کر اس نے اس عورت کی اولاد کے نام پر ایک بڑی میراث پر ہاتھ مارا اور مالدار بن بیٹھی۔ جب اس کے جائز وارثوں نے مقدمہ دائر کیا تو راز فاش ہوتے ہوتے اس لئے بچا کہ بونا پارٹ کی خاص عدالتوں نے ارادتاً اس سکینڈل پر پردہ ڈال دیا۔ چونکہ لچھے دار تقریروں کے ذریعے ان خشک قانونی دستاویزوں کی زد سے بچ نکلنا اس کے بس کا روگ نہ تھا اس لئے ژیول فاور نے زندگی میں پہلی بار زبان پر قابو رکھا۔ وہ خاموشی سے اس تاک میں رہا کہ خانہ جنگی چھڑ جائے تو بعد میں بے تحاشا پکار پکار کر کہے کہ پیرس کے لوگ قانون سے بچنے سے بھاگے ہوئے وہ مجرم ہیں جنہیں نہ خاندان کی آبرو کا لحاظ ہے، نہ مذہب کا، نہ قاعدہ قانون کوئی معنی رکھتا ہے، نہ ملکیت جائداد۔ اس جعل ساز نے ابھی 4 ستمبر کو بمشکل طاقت سنبھالی ہی تھی کہ سماج کے سر پر پیک اور تائفیر جیسے لوگوں کو براہ کرم سوار کر دیا، جنہیں لوئی بونا پارٹ کے زمانے میں ہی اخبار Etendard والی بدنامی (33) کے ساتھ جعل سازی کے جرم میں سزا ہو چکی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک تائفیر نے دیدہ دلیری کی جرم کہ کمیون کے دنوں میں پیرس واپس آ گیا اور پہنچتے ہی پھر جیل میں ڈال دیا گیا۔ پھر ژیول فاور نے قومی اسمبلی کے سٹیج سے پکار کر کہا کہ پیرس والے داغی مجرموں کو جیلوں سے رہا کر رہے ہیں!

ارنسٹ پی کار جسے قومی ڈیفنس والی حکومت کا تیس مار خاں کہنا چاہئے، پچھلی شہنشاہی میں وزیر خارجہ بننے کی کوششیں کر کر کے تھک گیا، اب ریپبلک کا وزیر مال بن بیٹھا، ایک شخص آرتھر پی کار کا بھائی ہے، جو پیرس کے شیئر بازار سے روپیہ مار لینے کے جرم میں نکالا جا چکا ہے (ملاحظہ ہو پولیس پریفیکٹ کی رقورٹ، بابت 31 جولائی 1867) اور خود یہ اقبال جرم کر کے سزا کاٹی ہے کہ جس زمانے میں سوسائٹی جنرل (34) کی پالستر و نمبر 5 شاخ کا ڈائریکٹر تھا، 3 لاکھ فرانک کی خیانت مجرمانہ کر چکا ہے (ملاحظہ ہو پولیس پریفیکٹ کی رپورٹ، بابت 11 ستمبر 1868)۔ اسی آرتھر پی کار کو ارنسٹ پی کار نے اپنے اخبار Electeur libre (35) کا ایڈیٹر مقرر کیا۔ جن دنوں وزارت مالیات کا یہ اخبار سرکاری چھاپ کے جھوٹ بول کر اسٹاک بروکروں کو بدحواس کئے ہوئے تھا، یہی آرتھر پی کار وزارت مالیات اور شیئر بازار کے درمیان دوڑا پھرتا تھا تاکہ فرانسیسی فوج کی تباہی سے اپنا کمیشن وصول کر لے۔ ان لائق بھائیوں کی جوڑی نے جو مالی خط و کتابت کی تھی، وہ ساری کی ساری پیرس کمیون کے ہاتھ لگی۔

ژیول فیری جو 4 ستمبر سے پہلے ایک قلاش بیرسٹر تھا، محاصرے کے دنوں میں پیرس کے میئر کی حیثیت سے ایسے جوڑ توڑ کرتا رہا کہ لوگوں کے خالی پیٹ سے اُس نے اپنی تجوری بھر لی۔ جس دن اسے اپنے انتظامی کرتوتوں کا حساب دینا پڑتا، اسی روز سزایاب ہو جاتا۔ ایسے لوگوں کو جیل سے رہائی کا اجازت نامہ tickets of leave (انگلینڈ میں قاعدہ تھا کہ سزایافتہ لوگ جب اپنی سزا بڑا حصہ کاٹ چکے ہوتے تو انہیں ticket of leave دے کر جیل سے رہا کر دیا جاتا تھا لیکن رہائی کے بعد وہ پولیس کی نگرانی یا تھانے کی حاضری میں رہتے تھے۔) صرف پیرس شہر کے ملبے میں ہی مل سکتا تھا اور بسمارک کو بھی اسی قماش کے لوگ درکار تھے تیئر جو کل تک حکومت کے پس پردہ کرتا دھرتا بنا ہوا تھا، اب اس نے پتے ایسے پھینٹے کہ خود حکومت کا سربراہ بن بیٹھا اور دس نمبری داخلہ بازوں ticket of leave men کو اپنا وزیر بنا لیا۔

اس جادو کے بالشتیے، تیئر نے قریب آدھی صدی سے فرانسیسی بورژوازی کا من موہ رکھا تھا کیونکہ وہ اپنی ذات سے کرتا ہے سیاست کے میدان میں اترنے سے پہلے وہ مورخ کی حیثیت میں جھوٹ بولنے کی اپنی قابلیت منوا چکا تھا اس کی سماجی زندگی کا روزنامچہ فرانس کی مصیبتوں کی روئداد ہے۔ 1830 سے پہلے تک وہ رپبلکنوں سے خلا ملا رکھتا تھا، لیکن اپنے سرپرست لافیت سے غداری کر کے بادشاہ لوئی فلپ کے زیر سایہ حکومت میں چپکے سے در آیا اور پھر پادریوں کے خلاف لوگوں میں اشتعال پھیلا کر، بلوے کرا کے جن بلووں میں سین ژرمین ل، اوسے روا کا گرجا گھر اور اسقف اعظم کا محل

دھڑلے سے لوٹا گیا، اور پھر نواب زادی دے بیری پر خفیہ نظر رکھنے والے وزیر اور آخر اسے جیل تک پہنچوانیوالے کی حرکتیں کر کے 36 بادشاہ کی ناک کا بال بن گیا ٹرانسو نان والی سڑک پر رپبلکنوں کا قتل عام، اور بعد میں اخبارات اور انجمن سازی کے حق کے خلاف ستمبر کے بدنام زمانہ قانون اسی شخص کے کرتوت ہیں (37) مارچ 1840 میں وہ پھر وزیر اعظم کے رتبے پر نمودار ہوا۔ اور پیرس کی قلعہ بندی کرنے کا نقشہ پیش کر کے اس نے سارے فرانس کو مبہوت کر دیا 38 رپبلکنوں نے جب اس کی تجویز پر الزام عائد کیا کہ یہ پیرس کی آزادی کو جکڑنے کی گندی چال ہے تو اس نے بھری پارلیمنٹ کے سامنے جواب دیا کہ

" کیا! آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ کسی قسم کی قلعہ بندی آگے چل کر آزادی کے لیے خطرہ بن جائے گی؟ سب سے اول تو یہ کہ آپ لوگ خواہ مخواہ بدگمانی میں مبتلا ہیں کہ یہاں کوئی ایسی بھی حکومت ہوگی جو کسی حالت میں شہر پر گولہ باری کا فیصلہ کرے اور اس طرح طاقت اپنے ہاتھ میں رکھے...اگر ایسی کوئی حکومت ہو تو فتح پانے سے پہلے اس کا چلنا جس قدر ناممکن تھا، فتح پانے کے بعد اس سے سو گنا زیادہ ناممکن ہو جائے گا۔"

واقعی، کوئی حکومت پیرس شہر پر قلعوں سے گولہ باری کرنے کا فیصلہ نہ کرتی، سوائے اس حکومت کے جو پہلے ہی ان قلعوں کو پروشیائیوں کے حوالے کر چکی ہو۔

جب جنوری 1848 میں شاہ بومبا نے 39 پالیرمو کے مقام پر طاقت آزمائی کی تو یہی تیئر جو ایک زمانے سے وزارت کے باہر تھا، پارلیمینٹ میں کہنے کے لئے اٹھا

"حضرات، آپ کو معلوم ہے، پالیرمو میں کیا ہو رہا ہے آپ صاحبان یہ سن کر کانپ اٹھتے ہیں۔ پارلیمنٹری معنوں میں کہ 48 گھنٹے سے ایک بڑا شہر گولہ باری کا شکار ہے کس کی طرف سے کیا غیر ملکی دشمن کی طرف سے جسے جنگ نے گولہ باری کا حق دیا؟ جی نہیں۔ خود اپنی ہی حکومت کی طرف سے۔ وجہ کیا؟ وجہ صرف یہ کہ اس بدنصیب شہر نے اپنے حق طلب کئے تھے حق طلب کرنے کی پاداش میں اس پر 42 گھنٹے گولے برسائے گئے...مجھے اجازت دیجئے کہ یورپ کی رائے عامہ سے اپیل کروں۔ اٹھ کر پوری آواز میں یورپ کے سب سے اونچے اسٹیج پر یہ الفاظ پکارنا چاہتا ہوں (واقعی محض الفاظ) کہ اس قسم کی حرکت کے خلاف غم و غصہ کا اظہار عالم انسانیت کی ایک خدمت ہوگی....جب ریجنٹ اسپارتیرو نے، جو اپنے ملک کی خدمت کر چکا تھا،، (جو خود تیئر صاحت نے کبھی نہ کی

۔)بارسلونا شہر پر، وہاں شورش فرو کرنے کی خاطر گولہ باری کا ارادہ کیا تو دنیا کے گوشے گوشے سے غم وغصہ کی صدائیں گونجنے لگیں۔"

صرف ڈیڑھ سال گزرا تھا کہ شہر روم پر فرانسیسی فوج کی گولہ باری کی حمایت میں یہی موسیو تیئر سب سے بڑھ کر گرجنے والوں میں شامل تھا(40) سچ پوچھیے تو شاہ بومبا کا قصور اسی قدر نظر آتا ہے کہ وہ صرف 48 گھنٹے گولہ باری کر کے رہ گیا۔

انقلاب فروری 1848 سے چند روز پہلے جب وہ گیزو کے ہاتھوں ایک عرصے تک طاقت اور دولت دونوں سے محروم رہنے کا رن خار کھائے بیٹھا تھا، یہ سونگھ کر کہ کوئی عوامی شورش برپا ہونے والی ہے۔اس نے اپنے مخصوص سرفروشانہ انداز میں (جس نے اس کو زناٹے دار مکھا مشہور کر دیا ہے) پارلیمنٹ کے ایوان کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

میرا واسطہ انقلاب پارٹی سے ہے،صرف فرانس میں نہیں، سارے یورپ میں میری تمنا ہے کہ انقلاب کی سرکار اعتدال پسند لوگوں کے ہاتھ میں رہے... لیکن اگر حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں بھی آجائے جو گرم مزاج یا تیز تبدیلیوں کے حامی ہوں،تب بھی اپنے اس مقصد کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ہمیشہ انقلاب پارٹی کا دم بھروں گا۔"

فروری کا انقلاب پھٹ پڑا۔بجائے اس کے کہ،جیسا اس بے حیثیت آدمی نے سوچا تھا، گیزو کی وزارت ٹوٹ کر تیئر کی وزارت بنتی،انقلاب نے لوئی فلپ کو ہٹا کر ریپبلک بنا دی۔عام لوگوں کی فتح کے پہلے دن وہ ہوشیاری سے چھپا رہا اور بھول گیا کہ مزدوروں کی نظر میں اس کا بے حیثیت ہونا ہی ان کی نفرت کا شکار ہونے سے بچا لے گا۔اپنی دلیری کے افسانوں کے باوجود اس نے منظر عام پر آنے کی ہمت نہ کی لیکن جون مہینے کے قتل عام کی دیر تھی کہ اسے کھل کر کھیلنے کا پورا موقع مل گیا۔وہ ضابطہ پارٹی (41) اور اس کی پارلیمنٹری ریپلک کا ایک سرگروہ بن بیٹھا، اس گمنام کھچڑی حکومت کا،جس میں حاکم طبقے کی تمام دست وگریباں ٹکڑیاں سر جوڑ کر عوام کو کچلنے کی سازش میں لگی ہوئی تھیں اور اپنے اپنے گروہ کی بادشاہی جمانے کی فکر میں ایک دوسرے کے خلاف بھی جوڑ توڑ کیے جا رہی تھیں۔ اب کی طرح تب بھی تیئر نے ریپبلکنوں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا تھا کہ ریپبلک کے قدم جمنے میں وہی ایک رکاوٹ ہیں۔ جیسے جلاد نے دون کارلوس سے کہا تیئر نے بھی اسی طرح ریپبلک سے تب کہہ دیا تھا کہ "میں تیری گردن کاٹوں گا، مگر تیری ہی بھلائی کے لئے"۔اور تب کی طرح اب بھی وہ اپنی بازی جیتنے پر صدا لگا کر رہے گا کہ L'Empire

est fait۔سلطنت تیار ہے۔اگرچہ اس شخص کی زبان پر لازمی آزادیوں کا ظاہراپرچار ہے،اورلوئی بوناپارٹ کی طرف سے دل میں غبار بھرا ہے، کہ اس نے مجھے بے وقوف بنایا اور پارلیمنٹری طرز حکومت کو نکال باہر کیا،اور خوب جانتا ہے کہ پارلیمنٹری نظام کی مصنوعی فضا سے نکل کر اس کی حیثیت ملیامیٹ ہوجاتی ہے،تاہم اسی تیئر نے دوسری شہنشاہی کے سارے گندے لچھنوں میں ہاتھ رنگے ، روم پر فرانسیسی فوجوں کے قبضے سے لے کر پروشیا سے جنگ چھڑنے تک سب کرموں میں شریک رہا۔جرمنوں کے ایک ہونے پر اتنا زہراگلا کہ جنگ تک نوبت پہنچادی، جرمنوں کا ایک ہونا اسے پروشیائی استبداد کا پردہ تو نظر نہ آیا البتہ جرمنوں میں نااتفاقی رہنے کا فرانس کو جولازوال حق حاصل تھا اس میں رخنہ پڑ گیا۔اس بالشتیے کو بہت شوق تھا کہ یورپ کی آنکھوں کے سامنے نپولین اول کی تلوار چمکا یا اوراپنی تاریخی تصنیفوں میں وہ نپولین اول کے جوتے چمکانے کی خدمت بھی خوب انجام دے چکا تھا۔حقیقت میں اس کی خارجہ پالیسی ہمیشہ فرانس کو ذلت کی تہہ میں اتارنے کے کام آتی رہی، 1840 کے لندن کنونشن (42) سے لے کر 1871 میں پیرس کے ہتھیار ڈالنے تک اوراب اس خانہ جنگی تک یہی عمل جاری رہا جس میں بسمارک کی خاص منظوری سے اس نے سیدان اور میتز کے جنگی قیدیوں کو پیرس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے ہشکارا ہے (43)۔اپنی قابلیتوں کی رنگارنگی اور شوق کی کروٹوں کے باوجود اس شخص نے ساری زندگی پرانی لکیر پیٹنے میں بسر کی ہے۔یہ جتانے کی ضرورت نہیں کہ جدید سوسائٹی میں جو گہرے دھارے رواں ہیں،وہ ہمیشہ اس کی رسائی سے باہر ایک راز رہے ہیں۔لیکن اوپر کی سطح پر جو تبدیلیاں نظر کے سامنے رہتی ہیں وہ بھی اس دماغ کی گرفت میں نہیں آتیں جس دماغ کی ساری طاقت زبان نے کھینچ لی ہے۔مثلاً فرانس کے پرانے سرپرستانہ سسٹم سے ادھرادھر ہٹنے کو وہ ایسا قصور سمجھ کر کوستا تھا جس سے ایمان میں خلل آ گیا ہو۔جب وہ لوئی فلپ کا وزیر تھا تو اس نے ریلوے پر دیوانہ پن کے فقرے کسے اور جب لوئی بوناپارٹ کے زمانے میں مخالف پارٹی میں تھا تو فرانس کے سڑے گلے فوجی نظام میں اصلاح کی ہر ایک کوشش پر داغ لگا دیا۔اپنی سیاسی زندگی کے طول طویل عرصے میں کبھی ایک بھی ،معمولی سی خطا بھی اس سے سرزد نہیں ہوئی کہ کسی قدر عملی فائدے کا کام کیا ہو۔تیئر صرف دولت کی حرص اور دولت پیدا کرنے والوں سے نفرت میں ہی پکا تھا۔جب اسے لوئی فلپ کے زمانے میں پہلی بار وزارت کا موقع ملا تو بالکل مفلس تھا، وزارت چھوڑی تو لکھ پتی بن چکا تھا۔اسی بادشاہ کے زمانے میں جب آخری بار وزیراعظم رہا

(پہلی مارچ 1840 سے) تو کھلے ایوان میں اس پر سرکاری رقمیں غبن کرنے کا الزام لگا، جس کا جواب اتنا ہی تھا کہ وہ آنکھوں میں آنسو بھرلایا۔ یہ اتنا سستا نسخہ ہے کہ ژیول فاور اور ہر طرح کے مگر مچھ اس میں شریک رہے ہیں۔ بوردو میں اس نے فرانس کو مالی دیوالیہ پن کے خطرے سے بچانے کی اولین تدبیر یہ کی کہ اپنے لئے تیس لاکھ سالانہ تنخواہ مقرر کرالی۔ یہ اس " کفایت شعار ریپبلک" کا پہلا اور آخری حرف تھا جس کے دریا 1869 میں پیرس کے اپنے ووٹروں کے لئے بہا دیئے تھے۔ 1830 کی پارلیمنٹ میں اس کے ایک پرانے رفیق کارموسیو بیلیے نے، جو خود سرمایہ دار ہو کر بھی پیرس کمیون میں دل و جان سے شریک ہیں، کچھ دن پہلے ایک عام اشتہار میں تیئر کو ان لفظوں سے خطاب کیا تھا:

"محنت کو سرمائے کا غلام بنانا ہمیشہ سے تمہاری سیاست کا نشان راہ بنا رہا ہے؛ اور اسی وقت سے جب پیرس کے ٹاؤن ہال میں محنت کی ریپبلک قائم ہوئی، تم پورے فرانس سے یہ کہتے نہیں تھکے کہ لو، یہ رہے مجرم،،

چھوٹے موٹے سرکاری جوڑ توڑ کا استاد، دروغ حلفی اور غداری میں باکمال، سبھی قسم کے روکھے پھیکے حربوں، ہتھکنڈوں، ادنا درجے کے داؤ پیچ اور پارلیمنٹ والی پارٹیوں کی چھینا جھپٹی کی گھٹیا تکڑموں میں چلتا پرزہ، جب عہدہ ہاتھ میں نہ ہو تو انقلاب کی آگ لگانے تک سے باز نہ آنے والا، اور طاقت ہاتھ میں آئے تو انقلاب کو خون میں ڈبونے والا، خیال یا نظریے کے بجائے طبقاتی تعصب اور دل و جذبہ کی جگہ خود پسندی کا شکار، یہ شخص جس کی نجی زندگی بھی اتنی ہی گندی ہے جتنی گھناؤنی سماجی زندگی، یہ تیئر آج فرانسیسی سولہ کا پارٹ ادا کرتے وقت بھی اپنی حرکات کے سفلے پن کو مضحکہ خیز شیخی خوری کے ذریعے ابھارنے سے باز نہیں آتا۔ پیرس نے ہتھیار ڈالے، اور پروشیا کو نہ صرف پیرس، بلکہ پورا فرانس حوالے کر دیا تو اسی کے ساتھ تکڑموں کا وہ سلسلہ دراز بند ہو گیا جو 4 ستمبر کو ہی طاقت ہتھیا لینے والوں نے، بقول ترشیو کے، دشمن سے ساز باز کر کے شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف ہتھیار ڈالنے کے سبب اس خانہ جنگی کیج ابتدا ہوگئی جسے وہ لوگ پروشیا والوں سے مل کرر پیپلک اور پیرس کے خلاف چلانے لگے۔ ہتھیار ڈالنے کی شرطوں میں ہی ایک چال رکھی گئی تھی۔ اس وقت ملک کا ایک تہائی سے زیادہ علاقہ دشمن کے ہاتھ میں تھا، راجدہانی کا صوبوں سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا، رسل و رسائل کے سبھی ذریعے بگڑے ہوئے تھے ایسی حالت میں، جب تک تیاری کی کافی مہلت نہ مل جائے، ایسے لوگوں کا چناؤ ناممکن تھا جو واقعی فرانس کے نمائندے ہوں۔ اور اوپر سے شرط یہ لگی ہوئی کہ قومی اسبلی کا چناؤ آٹھ دن کے اندر ہو جانا چاہیے۔ نتیجہ یہ کہ ملک کے بہت سے

حصوں میں الیکشن کی خبر عین الیکشن کے وقت پہنچ سکے۔ مزید یہ کہ ہتھیار ڈالنے کی ایک اور خاص شرط کے مطابق قومی اسمبلی کا چناؤ صرف اس غرض سے ہونا تھا کہ وہ جنگ یا صلح کا فیصلہ کرے اور اور بوقت ضرورت صلح نامے پر دستخط کر دے۔ باشندوں کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ جنگ بندی کی شرطوں نے جنگ جاری رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی اور ایسی صلح کی منظوری دینے کے لیے جو بسمارک کے دباؤ میں کی جائے ،فرانس کے بدترین لوگ ہی بہترین ثابت ہوتے۔اتنی پیش بندیاں کر لینے کے باوجود تھیئر نے ،اس سے پہلے کہ جنگ بندی کا راز پیرس تک پہنچے ،شہر چھوڑ دیا اور صوبوں میں انتخابی دورہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا ،نیت یہ تھی کہ جائز وارث والی(legitmist) پارٹی 44 کے تن مردہ میں جان ڈالی جائے کیونکہ اس پارٹی کو اورلین والوں سے مل کر بوناپارٹ کے گروہ کی جگہ لینی تھی جو فی الحال نا قابل برداشت ہو چکا تھا۔تیئر کو اب جائز وارث والوں سے کوئی ڈر نہیں ، یہ لوگ جدید فرانس کی حکومت چلانے کے تو اہل تھے نہیں ،حریف یا رقیب بن کر کیا بگاڑ لیتے ،اس پارٹی کی تمام تر سرگرمی خود تیئر کے بقول (5 جنوری 1833 کو وہ ایوان پارلیمٹ میں کہہ چکا تھا)

"صرف تین پایوں پر کھڑی تھی ، باہر کا حملہ خانہ جنگی اور افرتفری"

اس لئے یہی پارٹی انقلاب کے توڑ پر آلہ ءکار بننے کے لئے انتہائی کار آمد نظر آئی جائز وارث والے اس عقیدے میں مگن تھے کہ پہلے کی سی ہزار سالہ موعودہ سلطنت پھر قائم ہو گی اور یہاں غیر ملکی فاتحوں کے بوٹوں تلے فرانس پھر کچلا جا رہا تھا، پھر سلطنت سرنگوں ہو گئی تھی ،اور بوناپارٹ پھر قیدی بن چکا تھا؛ جائز وارث والے پھر کفن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے ایسا نظر آتا ہے کہ تاریخ کا پہیہ الٹا گھوم گیا تا کہ 1816 ء کے introuvable chamber (انوکھے دربار)45 کے سامنے پہنچ کر تھم جائے 1848 سے 1851 تک ریپبلک کی قومی اسمبلیوں میں ان کی نمائندگی تعلیم یافیہ اور پارلیمنٹری معاملات منجھے ہوئے لوگ کیا کرتے تھے مگر اب جو پارٹی کے عام ممبروں نے ہلہ بولا تو گویا فرانس کے سارے موٹی عقل کے چودھری (مارکس نے یہاں Pourceaugnac کا لفظ لکھا ہے جو مولیئر کے ڈرامے میں ایسا کردار ہے جس سے چھوٹی حیثیت اور موٹی عقل کے زمیندار کی تصویر ابھرتی ہے)اسمبلی میں بھر گئے۔

جیسے ہی "چودھریوں کی چوپال "46 بوردو میں بیٹھی ،تیئر نے صاف لفظوں میں اسے جتا دیا کہ صلح کی ابتدائی باتوں کی منظوری فوراً دے دینی چاہئے ،اس کے لئے پارلیمنٹ کے مباحثے تک کی گنجائش نہیں ہے ، یہ ایک شرط پوری ہونی ہے تا کہ پروشیا والے فرانسیسی ریپبلک اور اس کے گڑھ پیرس پر جنگ کا دروازہ کھولنے کی اجازت دے دیں واقعہ یہ ہے کہ

انقلاب کے دشمنوں کے پاس سوچ بچار کا وقت بھی نہ تھا دوسری شہنشاہی نے قومی قرضے دوگنے سے بھی زیادہ پہنچا دیے تھے اور ملک کے بڑے بڑے شہر بھاری میونسپل قرضوں میں دب گئے تھے جنگ نے قرض کے بوجھ خطرناک حد تک بڑھا دیے تھے اور قوم کی آمدنی کے ذرائع بے دردی سے تباہ کر ڈالے تھے تباہی میں جو رہی سہی کسر تھی اسے پورا کرنے کو، پروشیائی شائی لاک فرانس کی سرزمین پر اپنی پانچ لاکھ فوج کا خرچ اور پانچ ارب تاوان جنگ وصول کرنے کے لئے، جس میں بقایا پر پانچ فیصدی سود بھی دینا تھا، پکی دستاویز لئے موجود تھا اس کی ادائیگی کون کرے صرف ریپبلک کا تختہ بزور طاقت الٹا کر دولت پر ہاتھ صاف کرنے والے وہ لوگ جنھوں نے خود جنگ چھیڑی تھی، جنگ کے خرچوں کا سارا بار دولت پیدا کرنے والوں کے سر ڈال سکتے تھے اس طرح فرانس کے خاک وخون میں مل جانے کی وجہ سے زمین جائیداد اور سرمائے کے ان نمائندہ محبان وطن کو یہ شہ ملی کہ غیر ملکی فاتح کی نظر کے سامنے اور اس کے زیر سایہ، باہر سے آئی ہوئی جنگ پر خانہ جنگی، یا بردہ فروشوں کی شورش بھی لا دیں۔

اس سازش کے راستے میں صرف ایک ہی رکاوٹ تھی، پیرس کی رکاوٹ اور کامیابی کی اولین شرط یہ تھی کہ پیرس سے ہتھیار رکھ دینے کے لئے کہا وہ سب ترکیبیں کی گئیں جن سے پیرس کے صبر کا پیمانہ چھلک جائے:

"چودھریوں کی چوپال" نے رپبلکنوں کے خلاف بڑا ہائے واویلا مچایا؛ خود تیئر نے ریپلک کے قانونی وجود پر کافی دورخی باتیں کہہ ڈالیں پیرس کو دھمکی دی گئی کہ سر اتار لیا جائے گا، یعنی شہروں کا سرتاج نہیں رہنے دیا جائے گا اور لین والوں کو سفارت کے عہدے بخشے گئے؛ دیوفور نے مقررہ میعاد میں سرکاری قرضے اور کرایہ مکان ادا نہ کرنے پر سخت قانون 47 بنا دیئے، ایسے قانون جن سے پیرس کا بیوپار اور صنعتی کاروبار بالکل اکھڑ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا پوئے کرتیے کے حکم سے خواہ کوئی اشاعت ہو، اس پر فی کاپی دو سینتم ٹیکس لگ گیا؛ بلانکی اور فلورنس کے لئے سزائے موت کا اعلان ہوا؛ رپبلکن خیالات کے اخبار بند کر دیے گئے؛ قومی اسمبلی کو وارسائی میں منتقل کر دیا گیا؛ پالیکاؤ نے شہر کے محاصرے کی جس حالت کا اعلان کیا تھا، اور جسے 4 ستمبر کے واقعات نے اٹھا دیا تھا، وہ پھر سے لگا دی گئی decembriseur، 48 وینوآ کو پیرس کا گورنر مقرر کیا گیا، بوناپارٹ کا ژندام (سیاسی پولیس افسر) والن تین پولیس پریفیکٹ بنا، اور یسوعی فرقے کے جنرل اوریل دی پلادین کو پیرس کے نیشنل گارڈ کا کمانڈر انچیف بنا کر بٹھا دیا گیا۔

یہاں ہم مسٹر تیئر اور اس کے ہالی موالی، قومی ڈیفنس کی سرکار کے ممبروں سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں مشہور ہے

کہ تیئر نے اپنے وزیر مالیات پوئیے کرتیے کے ذریعے دوارب کا قرضہ لیا تھا یہ سچ ہے یا نہیں کہ:

1۔ یہ سودا اس ترکیب سے کیا گیا کہ تیئر، ژیول فاور، ارنسٹ پی کار، پوئیے کرتیے اور ژیول سیموں کو اس سے کئی کروڑ کی رقم ہاتھ آ گئی؟

2۔ شرط رکھی گئی کہ جب پیرس میں "امن چین" ہو چکے گا تب ادائیگی کی باری آئے گی۔49؟

بات جو بھی ہو، کسی وجہ سے انہیں اس معاملے کی بہت جلدی پڑی تھی کیونکہ تیئر اور ژیول فاور نے نہایت بے شرمی کے ساتھ یہ کوشش کی کہ بوردو کی اسمبلی کی اکثریت کی تائید ہو جانے کے بہانے پیرس بے شرمی سے پروشیائی فوج کے حوالے کر دیں۔ لیکن بسمارک کی یہ نیت نہیں تھی جیسا کہ اس نے جرمنی واپس پہنچنے پر فرینکفرٹ کے تنگ نظر بغلیں بجانے والوں کو ہنس ہنس کر اور با آواز بلند سنایا تھا۔

2

انقلاب دشمن سازش میں کوئی بھاری رکاوٹ تھی تو ہتھیار بند پیرس۔ اس لیے پیرس کو نہتا کرنا تھا۔ اس سوال پر بود کی اسمبلی نے اپنی نیت بہت کھلے لفظوں میں ظاہر کر دی۔ اگر اس "چودھریوں کی چوپال" کے ممبروں کی غضبناک گرج سے یہ بات اتنی کھل کر نہ آتی، تب بھی پیرس کو تیئر نے جس طرح decmbriseur وینوآ، بوناپارٹ والے سیاسی پولیس افسر والن تین اور یسوعی فرقے کے جنرل اوریل دی پلادین کے رحم وکرم پر چھوڑا، وہی ہر قسم کا شبہ دور کرنے کو کافی تھا۔ ان سازشیوں نے پیرس کے ہتھیار لے لینے میں اپنی اصلی نیت اس بدتمیزی سے ظاہر کی کہ ایک انتہائی نامعقول اور بے حیائی کا بہانہ تراش کر سنا دیا۔ تیئر نے اعلان کیا کہ پیرس کے نیشنل گارڈ کا توپ خانہ سرکاری ملکیت ہے، اس لئے سرکار کو واپس کیا جانا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہتھیار ڈال دینے کے اول روز سے جب بسمارک کے ان قیدیوں نے پورا فرانس حوالے کرنے کے کاغذ پر دستخط کئے، لیکن خاص اس غرض سے کہ پیرس پر رعب داب رکھیں، اپنی ذاتی حفاظت کے بہت سارے ہتھیار بند دستے بچا کر رکھ لئے شہر والے خبردار ہو گئے۔ نیشنل گارڈ نے پھر سے اپنی تنظیم کی اور سارے اختیارات کا مالک ایک مرکزی کمیٹی کو بنا دیا جو بوناپارٹ کے چند پرانے دستوں کے بعض ٹکڑے چھوڑ کر، باقی تمام نیشنل گارڈ والوں کے ووٹ سے چنی گئی تھی۔ جب وہ وقت آیا کہ پروشیائی فوجیں شہر میں داخل ہوں، مرکزی کمیٹی نے یہ انتظام کیا کہ وہ توپیں اور مترالیوز جو ہتھیار ڈالنے کے حامی

دغا فریب سے خاص انہیں ٹھکانوں میں یا ان کے آس پاس چھوڑ گئے تھے جہاں پروشیائی فوج کو چھاؤنی ڈالنی تھی، وہاں سے اٹھوا کر مون مارتر، بیلویل اور لا ویلیت میں رکھوا دیں۔ یہ وہ توپخانہ تھا جو نیشنل گارڈ کے چندوں سے جوڑا گیا تھا۔ 28 جنوری کو ہتھیار ڈالنے کی دستاویز میں بھی اس کی یہ پرائیویٹ حیثیت سے وہ ان ہتھیاروں کی فہرست سے بھی خارج رکھا گیا تھا جو سرکاری ملکیت میں شمار ہو کر فاتح کے سامنے ڈال دیے جاتے۔ مگر یہ شخص تیئر پیرس کے سر پر جنگ لانے کے چھوٹے سے چھوٹے بہانے سے بھی ایسا خالی ہاتھ ہو چکا تھا کہ اسے اتنا سفید جھوٹ بولنا پڑا کہ نیشنل گارڈ کا توپخانہ سرکاری ملکیت ہے۔

اس توپخانے پر قبضہ کر لینا صاف صاف ایک ابتدائی قدم تھا اس غرض سے کہ پیرس کو بالکل ہی نہتا کر دیا جائے اور پھر 4 ستمبر کا انقلاب بے بس ہو کر رہ جائے۔ لیکن یہ وہ انقلاب تھا جو فرانس کی قانونی حیثیت بن چکا تھا۔ ہتھیار ڈالنے کی دستاویز تک میں فاتح طاقت ریپبلک کو تسلیم کر چکی تھی جو اسی انقلاب کی دین تھی۔ اور ہتھار ڈالنے کے فوراً بعد باہر کی طاقتوں نے بھی اسے مان لیا تھا اور اسی کی طرف سے قومی اسمبلی طلب کی گئی تھی۔ بوردو میں بیٹھی ہوئی قومی اسمبلی اور اس کی انتظامی طاقت دونوں کی قانونی حیثیت اسی انقلاب کی بدولت تھی جو پیرس کے محنت کشوں نے 4 ستمبر کو برپا کیا تھا۔ اگر یہ انقلاب نہ ہوا ہوتا تو پھر قومی اسمبلی کو فوراً اس قانون ساز اسمبلی کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی جو پروشیا کی نہیں بلکہ فرانس کی حکومت کے سائے میں عام رائے دہندگی کی بنا پر 1869 میں چنی گئی تھی اور انقلابی ہنگامہ اس اسمبلی کو نکال باہر کر چکا تھا۔ اگر 4 ستمبر کے انقلاب کی قانونی حیثیت نہ ہوتی تو تیئر اور اس کے داخلہ باز دو نمبریوں کو، کائینا 50 جانے کی سزا سے بچنے کے لیے لوئی بونا پارٹ کے دستخطوں سے نیک چلنی کی امانت داخل کرنی پڑتی۔ یہ قومی اسمبلی، جسے پروشیا کے ساتھ صلح کی شرطیں طے کرنے کا مختار بنایا گیا، خود اسی انقلاب کے واقعات میں سے ایک واقعہ تھی اور اس کی اصلی ہستی ہتھیار بند پیرس کی صورت میں آنکھوں کے سامنے تھی، اس پیرس کی صورت میں، جس نے یہ انقلاب برپا کیا، وہ پیرس جس نے انقلاب کی خاطر پانچ مہینے تک پیٹ پر پتھر باندھ کر، مصیبتیں بھر کر محاصرے کا مقابلہ کیا، وہ پیرس جس نے تروشیو کی چالوں سے بے نیاز ہو کر، غنیم سے مسلسل ٹکر لیتے ہوئے یہ راہ بنائی کہ صوبوں میں جم کر اپنی حفاظت کی جنگ لیتے ہوئے یہ راہ بنائی کہ صوبوں میں جم کر اپنی حفاظت کی جنگ جاری رکھی جائے۔ اور اب پیرس کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے یا تو بوردو کے فتنہ پرور بردہ فروشوں کے توہین آمیز حکم پر اپنے ہتھیار رکھ دیتا، اور یہ مان لیتا کہ 4 ستمبر کے انقلاب کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ لوئی بونا پارٹ کے ہاتھ سے طاقت نکل کر تخت و تاج کے دوسرے دعویداروں کو چلی جائے، یا پھر فرانس کی خاطر تن من دھن کی قربانی کے لئے

اسے اٹھ کھڑے ہونا تھا، وہ فرانس جسے انتہائی بربادی سے بچانے اورنئی زندگی کی روح دوڑانے کی بس ایک ہی سبیل رہ گئی تھی کہ ان سیاسی اور سماجی حالات کے بندھن انقلابی وار سے کاٹ کر پھینک دئے جائیں جن کی بدولت دوسری شہنشاہی پنپی تھی اور اس کی سرپرستی میں وہ اور بھی گل سڑ چکے تھے۔ پانچ مہینے کی فاقہ کشی نے پیرس کو نڈھال کر رکھا تھا مگر اس کے پاؤں میں ذرا لغزش نہ آئی۔ ہمت مردانہ نے اسے ان فرانسیسی سازشیوں سے ٹکر لینے پر کمربستہ کر دیا، حالاں کہ خود فرانس کے قلعوں سے پروشیائی توپیں اپنے دہانے کھولے کھڑی تھیں۔ پیرس کو جس خانہ جنگی میں پھنسانے کی کوشش کی جا رہی تھی، اس کو رد کرتے ہوئے مرکزی کمیٹی برابر دفاع کی پوزیشن پر قائم رہی اور اس نے نہ اسمبلی کی اشتعال انگیزی پر دھیان دیا، نہ انتظامیہ کی غاصبانہ حرکتوں پر، نہ اس خطرے سے وہ بدحواس ہوئی کہ پیرس کے اندر اور باہر فوجوں کی یورش بڑھتی جا رہی ہے۔

اور اب تیئر نے خانہ جنگی شروع کر دی۔ اس نے پولیس والوں اور کئی چھاؤنی رجمنٹوں کو وینوآ کی سرکردگی میں رات کی تاریکی میں بھیج کر مون مارتر پر ڈاکہ ڈلوادیا تاکہ نیشنل گارڈ کے توپخانے پر ایکا ایکی قبضہ کر لیا جائے۔ سب کو معلوم ہے کہ نیشنل گارڈ کے منہ توڑ مقابلے اور فوجیوں کے عام لوگوں سے مل جانے کی بدولت اس کوشش کا کیا انجام ہوا۔ اوریل دی پلادین فتح کا خبرنامہ پیشگی چھاپ ڈالنے والا تھا اور تیئر کے پاس coup detat (حکومت کا تختہ الٹنے کو مکمل کرنے والے احکام لکھے ہوئے تیار تھے۔ ان سب پر پانی پھر گیا اور ان کی جگہ ایک اعلان عام نکلا جس میں تیئر کے اس شریفانہ فیصلے کی خبر درج تھی کہ نیشنل گارڈ کے ہتھیار اسی کو بخشے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ فتنہ پردازوں سے نمٹنے میں نیشنل گارڈ حکومت کے گرد جمع ہو کر ان ہتھیاروں سے کام لے گا۔ نیشنل گارڈ کے 3 لاکھ جوانوں میں سے صرف تین سو ایسے نکلے جنھوں نے بالشتیئے تیئر کی صدا پر کان دھرے تاکہ اسے خود اپنوں سے بچانے کے لئے گرداگرد حلقہ بنالیں۔ مزدوروں کا 18 مارچ والا شاندار انقلاب پورے پیرس کو اپنی رو میں بہالے گیا۔ مرکزی کمیٹی اس کی عارضی سرکار قرار پائی۔ معلوم ہوا کہ یورپ لمحہ بھر کو تو ٹھٹک کر رہ گیا کو سرکار اور جنگ کے جو سنسنی خیز واقعات آنکھوں دیکھتے گزرے ہیں حقیقت بھی ہیں یا نہیں: کہیں بھولے بسرے دنوں کا خواب تو نہیں دیکھا؟

18 مارچ سے لے کر اس دن تک جب وارسائی کی فوجیں پیرس میں گھس پڑیں، پرولتاری انقلاب جبر اور زیادتی کی ان حرکتوں سے جو "اونچے طبقوں" کے انقلاب، خاص کر انقلاب دشمن ہنگاموں میں ضرورت سے زیادہ ہوا کرتی ہیں،

اتنا پاک صاف رہا کہ دشمنوں کے پاس ہائے واویلا مچانے کے لئے جنرل لیکونت اور جنرل کلیماں تھامس کی پھانسی اور ویندوم والے واقعے کے سوا کوئی اور بہانہ تک نہیں رہ گیا۔

بونا پارٹ کے فوجی افسروں میں سے ایک شخص، جنرل لیکونت، جومون مارتر پر رات کو چڑھائی کرنے گیا تھا، اس نے چھاؤنی کی 81 ویں رجمنٹ کو چار بار حکم دیا کہ پیگال چوک کے مجمع پر گولی چلوادی۔ جب فوجیوں نے حکم نہ مانا تو وہ بازاری گالیوں پر اتر آیا۔

اس کے جوانوں نے عورتوں اور بچوں کو بھون ڈالنے کے بجائے اسی کو گولی سے اڑا دیا۔ مزدور طبقے کے دشمنوں کے زیر تربیت رہ کر فوج والوں میں جو عادتیں خوب پختہ ہو چکی ہوں اگر خود فوجی اپنی صف بدل کر مزدوروں میں آملیں تو وہ عادتیں چٹکی بجاتے نہیں بدلا کرتیں۔ انہی فوجیوں نے جنرل کلیماں تھامس کو بھی گولی ماردی۔

"جنرل" کلیماں تھامس جو پہلے اپنے کوارٹرا ماسٹر سرجنٹ کے عہدے سے کچھ خوش نہیں تھا، لوئی فلپ کے آخر دور حکومت میں ریپبلکن اخبار "نیشنل" 51 کی ملازمت میں آ گیا اور دوہری ذمہ داری اپنے سر لے لی ایک تو چیف ایڈیٹر کا قائم مقام gerant responsable بنا (1871 اور 1891 کے جرمن ایڈیشنوں میں یہاں یہ الفاظ تھے "وہ جو خود قید و بند اپنے سر لیتا ہے")، دوسرے اس چومکھی لڑنے والے اخبار کے کالموں میں اس نے دو بدو لڑنا شروع کر دیا۔ جب فروری 1848 کا انقلاب ہوا اور "نیشنل" اخبار والے طاقت میں آ گئے تو انہوں نے اس پرانے کوارٹر ماسٹر کو پلٹ کر پھر جنرل بنا دیا۔ اور یہ واقعہ جون 1848 کی اس سفاکی کے موقع پر ہوا جس کی ذلیل سازشی تیاری میں وہ ژیول فاور کی طرح خود شریک بھی تھا اور اس کا سب سے بے درد جلاد بھی بنا۔ اس خونی واقعے کے بعد وہ پھر نظروں سے اوجھل رہا اور پہلی نومبر 1870 تک کہیں نمودار نہیں ہوا۔ عین اس سے ایک روز پہلے ڈیفنس کی سرکار نے، جو ٹاؤن ہال میں گھر گئی تھی، بلانکی اور فلورنس اور مزدوروں کے دوسرے نمائندوں سے حلفیہ وعدہ کیا کہ جو طاقت انھوں نے ہتھیائی ہے وہ اس کمیون کے حوالے کر دیں گے جو پیرس کے آزادانہ ووٹ سے چنا جائے 52 اپنا وعدہ تو کیا پورا کرتے انہوں نے پیرس پر ترو شیو کے "برے تن" شکاری چھوڑ دیے جنھوں نے بونا پارٹ کے کورسیکی فوجیوں کی جگہ لے لی 53۔ تنہا ایک جنرل تمیز یے تھا جس نے اس وعدہ خلافی کا الزام اپنے سر لینے سے انکار کر دیا اور نیشنل گارڈ کے کمانڈر انچیف کے عہدے سے استعفی دے دیا۔ کیماں تھامس اس جگہ پھر جنرل بن گیا۔ جب تک وہ اپنے عہدے پر رہا، پروشیائی فوج سے جنگ کرنے کے بجائے پیرس نیشنل گارڈ

سے لڑتا رہا.ان کے ہتھیار بند ہونے میں رکاوٹیں ڈالیں، محنت کشوں کی بٹالینوں کے سامنے بورژوازی کی بٹالینیں لگا دیں، ان افسروں کو چن چن کر نکالا جو تروشیو کے "منصوبے" کے خلاف تھے اور انہی پرولتاری بٹالینوں کو بزدلی کا الزام لگا کر توڑا، جن کی سورمائی جانی دشمنوں تک کو آج حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔کلیماں تھامس پھولے نہیں سماتا تھا کہ پھرا یک موقع ہاتھ آ گیا ہے پیرس کے پرولتاری طبقے سے اپنا ذاتی بغض نکالنے کا، جو 1848 کے جون والے قتل عام میں ابھر کر سامنے آیا تھا۔ 18 مارچ کی تاریخ سے چند روز پہلے ہی اس نے وزیر جنگ لے فلو کے سامنے اپنی سکیم رکھی کہ پیرس کے canaille (گرے پڑے بے حیثیت لوگ) میں چنے ہوئے لوگوں کا ہمیشہ کے لئے قصہ ہی پاک کر دیا جائے۔" وینوآ کی شکست کے بعد اس سے رہا نہ گیا اور جائے واردات پر ایک شوقیہ جاسوس بن کر جا پہنچا۔کلیماں تھامس اور لیکونت کی موت کی ذمہ داری مرکزی کمیٹی اور پیرس کے مزدوروں پر بس اتنی ہے جتنی پرنس آف ویلز (برطانوی راجکماری) پر ان لوگوں کی موت کی ذمہ داری، جو لندن میں شاہی سواری کے داخلے کے دن بھیڑ میں کچل کر مر گئے۔

وینڈوم میدان پر نہتے لوگوں کا قتل عام ایک من گھڑت کہانی ہے جس پر خود تیئر اور ''چودھریوں کی چوپال'' دونوں بے وجہ خاموش نہیں رہے۔لیکن اسے پھیلانے کا کام چن کر یورپی اخبار نویسی کے دم چھلوں کو دے دیا گیا۔وہ جو ''ضابطہ پسند'' بنے پھرتے تھے، پیرس کے رجعت پرست' 18 مارچ کی جیت کی خبر سن کر کانپ اٹھے۔ان کی نظر میں یہ واقعہ ایسا تھا گویا عوام نے اپنے یوم حساب کا صور پھونک دیا۔جون 1848 سے لے کر 22 جنوری 1871 تک (54) جتنے لوگ ان کے ہاتھوں خاک وخون میں ملے تھے وہ نظروں میں پھرنے لگے۔بدحواسی ہی ان ظالموں کی سزا بن گئی۔پولیس افسروں کے، نہ صرف یہ کہ ہتھیار نہیں چھینے، انہیں گرفتار نہیں کیا، جو کرنا چاہیے تھا، بلکہ پیرس شہر کے پھاٹک چوپٹ کھول دیئے گئے تا کہ وہ نکل کر خیریت سے وارسائی پہنچ جائیں۔ان ''ضابطہ پسندوں'' کو نقصان پہنچانا تو درکنار، یہ موقع بھی دے دیا گیا کہ وہ اکٹھے ہو جائیں، انہوں نے شہر خاص مرکز میں ہی چپ چاپ کئی ایک اڈے جما لئے۔مرکزی کمیٹی کی اس رواداری کو، مسلح مزدوروں کی اس عالی ظرفی کو، جو ضابطہ پارٹی کے برتاؤ سے اس قدر مختلف تھی، اس نے مزدوروں کی بے بسی کا اقرار سمجھا۔اسی لئے ضابطہ پارٹی والوں بے عقلی کا ایک پلان سوجھا، یہ کہ ظاہر میں ایک بے ہتھیار نکال کر وہ کام بنانے کی کوشش کی جائے جو وینوآ اپنی توپوں اور مترالیوزوں سے نہیں نکال سکا تھا۔22 مارچ کو کھاتے پیتے خوشحال محلوں سے فیشن ایبل صاحبان کا ایک ہجوم چلا، جس میں ہر قسم کے (بانکے چھیلے) petits creves بھرے تھے۔جلوس کے آگے آگے شہنشا

ہی کے مشہور پروردہ، جیسے ہیکرین' کیوت لوگاں' آنری دی پین، وغیرہ تھے۔ بزدلی کے مارے پرامن جلوس کا پردہ رکھا تھا لیکن اندر سے ڈاکوؤں کے ہتھیاروں سے لیس، یہ بدمعاش مارچ کرتے ہوئے بڑھے، راستے میں اکا دکا پہرے کے نیشنل گارڈ والوں اور چوکیوں سے ہتھیار چھینتے اور ان کی توہین کرتے چلے جارہے تھے۔ دے لا پے روڈ سے نکلتے وقت انہوں نے نعرے لگائے ''مرکزی کمیٹی مردہ باد: قاتل مردہ باد: قومی اسمبلی زندہ باد:'' اور کوشش کی کہ ناکہ بندی توڑ کر ہلہ بول دیں اور ویندوم میدان میں نیشنل گارڈ کے ہیڈ کوارٹر پر اچانک قبضہ کر لیں۔ ان کی طرف سے پستول داغے گئے تو جواب میں sommations (ہجوم بکھرنے کی وارننگ) دی گئی (55)۔ اور جب بار بار کے کہنے کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو نیشنل گارڈ کے جنرل (برژیرے) نے فائرنگ کا حکم دے دیا۔ ایک باڑھ چلی تو خالی الذہن لوگوں کا یہ ہجوم بھاگ کھڑا ہوا' جو اس وہم میں مبتلا تھا کہ ''عزت دار آدمیوں'' کے مجمع کی ایک جھلک دیکھتے ہی پیرس کے انقلاب پر ویسا جادو کا اثر ہوگا جیسا یری ھون (jericho) کی فصیل پر جوشوا کے ڈھول تاشوں کا ہوا تھا۔ ان صاحبان نے منہ اٹھا کر بھاگتے وقت گارڈ کے دو آمیوں کو جان سے مار ڈالا اور نو آدمی زخمی کر دیے (ان نو میں مرکزی کمیٹی کا بھی ایک ممبر تھا مالژ ورنال)۔ جائے واردات پر' جہاں انہوں نے معرکہ سر کیا، جا بجا ریوالور، خنجر' نیزے اور اسی قسم کے ہتھیار پکڑے ہوئے تھے جو ان کے ''پرامن'' جلوس کا ''خالی ہاتھ'' نکلنا ثابت کرنے کو کافی تھے۔ جب نیشنل گارڈ نے 13 جون 1849 کو مظاہرہ کر کے روم پر فرانسیسی فوج کے غارت گرانہ حملے کے خلاف احتجاج کیا تھا تو یہ واقعی ایک پرامن جلوس تھا۔ لیکن تب قومی اسمبلی اور خاص کر تئیر نے شنگارنیے کو' جو ضابطہ پارٹی کی طرف سے جنرل کے عہدے پر تھا، سماج کا محافظ قرار دے کر اس بات کی داد دی تھی کہ اس نے بے سروسامان ہجوم عام کو فوج کے نرغے میں لے لیا اور چوطرفہ گولی برسا کر' تلواروں سے کاٹ کر اور گھوڑوں سے کچل کر رکھ دیا۔ پیرس میں اس وقت محاصرے کی حالت کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ دیوفور نے قومی اسمبلی میں جلدی جلدی جبر وستم کے نئے قانون پاس کرائے تھے۔ تازہ گرفتاریوں' جلاوطنی اور دہشت کا دور دورہ ہوگیا تھا۔ لیکن وہ جنہیں ''نچلے طبقے'' کہا جاتا ہے' دوسری طرح پیش آتے ہیں۔ 1871 کی مرکزی کمیٹی نے ''پرامن جلوس'' کے ان سورماؤں کو نظر انداز کر دیا، اور اتنا نظر انداز کیا کہ دو ہی دن بعد ایڈمرل سیسے کی سرکردگی میں انہیں پھر اس ہتھیار بند جلوس نکالنے کی ہمت ہوئی جو آخر وارسائی کی طرف مشہور دیوانہ وار فرار پر تمام ہوا۔ مرکزی کمیٹی چوں کہ دل سے اس خانہ جنگی میں پڑنے کے خلاف تھی جو تئیر نے مون مارتر پر نقب زنوں کی طرح حملے سے شروع کی تھی' اس لئے ایک بڑی فاش غلطی کر گئی کہ اسی وقت وارسائی پر چڑھائی کر دینی چاہیے

تھی ۔تب تک وارسائی والوں کے پاس اپنے بچاؤ کا سروسامان بھی نہ تھا،اور ہمیشہ کے لئے تیئر کی اوراس کے ''چودھریو ں کی چوپال'' والوں کی سازش کا قصہ پاک کر دیا جاتا۔اس کے بجائے ضابطہ پارٹی کو پھر مہلت دے دی گئی کہ وہ 26 مارچ کو کمیون کے چناؤ میں اپنی طاقت آزمالے۔اس روز پیرس کے میئر کے دفتروں میں ضابطہ پارٹی والوں نے اپنے ضرورت سے زیادہ عالی ظرف فاتحوں کے ساتھ صلح صفائی کی باتیں کہیں اور سنیں،لیکن دل میں قسم کھالی کہ وقت آنے پر انہیں کچا چبا جا ئیں گے۔

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔تیئر نے پیرس پر اپنی دوسری مہم اپریل کے شروع میں روانہ کر دی۔پیرس کے قیدیوں کے پہلے جتھے کو جو وارسائی لایا گیا تھا، انتہائی بے دردانہ اذیتیں دی گئیں۔ارنسٹ پی کار پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتا رہا،قیدیوں پر فقرے کستا رہا اور تیئر اور فاور کی بیگمات خواصوں کے جھرمٹ میں چھجوں پر سے ان قیدیوں کے ساتھ وارسائی کے ہجوم کا برتاؤ دیکھ کر تالیاں بجاتی اور شاباش دیتی رہیں۔چھاؤنی کے قید کئے ہوئے فوجی بیدردی سے قتل کر دئے گئے۔لوہے کی ڈھلائی کرنے والے ہمارے بہادر ساتھ، جنرل دوال کو کسی قسم کی صفائی کا موقع دیے بغیر گولی سے اڑا دیا گیا۔گیلی فے نے جو اپنی اس بیوی کا کھیل کھیل رہا تھا جس نے دوسری شہنشاہی کے زمانے میں بے شرمی کی حرکتوں میں بڑا نام پیدا کیا ہے، ایک اعلان نکال کر یہ ڈینگ ماری کی اچانک حملے میں اس کے فوجیوں کے ہاتھ پڑنے والے اور بے ہتھیار کیے ہوئے نیشنل گارڈ کے ایک دستے کو کپتان اور لیفٹینینٹ سمیت حکم خاص سے قتل کر دیا گیا۔میدان سے بھاگنے والے وینوآ کو تیئر نے فرانس کا بڑا اعزاز " گرینڈ کراس " بخشا کیونکہ اسی نے حکم عام جاری کیا تھا کہ کمیون والوں میں جو بھی چھاؤنی کا جواں ہاتھ آئے اسے گولی ماردی جائے۔سیاسی پولیس کے افسر دیمارے کو اس کارنامے کا انعام ملا کہ عالی حوصلہ اور شیر دل فلورنس کو دغا دے کر اس نے بوٹی بوٹی کر ڈالا، اسی فلورنس کو جس نے 31 اکتوبر 1870 کو قومی ڈیفینس کی حکومت کی جاں بخشی کر دی تھی۔(56)۔اس قتل کی "ہمت افزا تفصیلات" تیئر نے قومی اسمبلی کے ایک اجلاس میں خوب بغلیں بجا کر بیان کیں۔پارلیمنٹری شیخ چلی کی بھڑکی ہوئی خود پسندی کے زعم میں، جیسے تیمور لنگ کا پارٹ ادا کرنا تھا، تیئر نے ان لوگوں کو جو اس کی بالشتیا عظمت کے خلاف کھڑے ہوئے، وہ حق بھی نہیں دیا جو جنگی دشمن کو دیا جاتا ہے اور یہ بھی ماننے کو تیار نہ ہوا کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے ٹھکانے غیر جانبدار رکھے جائیں۔اس بندر سے بڑھ کر اور کون خطرناک ہوسکتا ہے جسے وقتی طور پر چھوٹ مل گئی ہو شیر کی طرح پھاڑ کھانے کی، فطرت کو تسکین دینے کی۔اس بند شیر کی تصویر ناول نگار والٹیئر

نے پہلے ہی کھینچ دی تھی۔(ملاحظہ ہو والٹیئر کا ناول کندید)۔

7 اپریل کو کمیون کا یہ فرمان نکلنے کے بعد بھی کہ پیرس کو وارسائی والے ڈاکوؤں کی آدم خوری سے بچانا، اور آنکھ کا انتقام آنکھ اور دانت کا انتقام دانت سے لینا، (57) ہمارا فرض ہے اور ہر زیادتی کا جواب دیا جائے گا، تیئر نے قیدیوں پر وحشیانہ ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اوپر سے اپنے بلیٹنوں میں ان الفاظ کے ساتھ ان کی تذلیل کرتا رہا کہ "ایماندار لوگوں کی غمزدہ نظروں نے آج تک اتنی بے ایمان جمہوریت کے اس سے زیادہ بے ایمان نمائندوں کی صورت نہیں دیکھی تھی۔" یعنی ایسے ایمان دار لوگوں نے جیسے خود تیئر اور اس کے دس دسمبری وزیروں کی ٹولی۔ تاہم اتنا ہوا کہ قیدیوں کو گولی سے اڑانا کچھ عرصے کے لئے روک دیا گیا۔ لیکن جیسے ہی تیئر اور اس کے دس دسمبری جنرلوں کو پتہ چلا کہ کمیون کا وہ بدلہ لینے والا فرمان خالی خولی دھمکی ہے، نیشنل گارڈ کے بھیس میں پیرس کے اندر پکڑے جانے والے پولیس (ژندارم) مخبر، یہاں تک کہ وہ پولیس والے جن کے پاس سے آتش گیر گولے نکلے، یوں ہی بخش دیے گئے تو پھر انہوں نے قیدیوں کو ایک سرے سے گولیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا اور بالکل آخر تک یہ سلسلہ لگاتار چلتا رہا۔ جن گھروں میں نیشنل گارڈ کے فوجی جا چھپے تھے، انہیں سیاسی پولیس والوں نے گھیر کر، پٹرول (اس جنگ میں پہلی دفعہ مٹی کا تیل استعمال ہوا) چھڑک کر آگ لگا دی۔ جلی ہوئی لاشیں بعد میں اخباروں کی ایمبولینس گاڑیوں نے تیرن محلے میں نکالیں۔ 25 اپریل کو بیل ابین کے مقام پر چار نیشنل گارڈ والوں نے گھڑ سوار فوجیوں کی ایک ٹکڑی کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ بعد میں سواروں کے کپتان نے جسے جنرل گیلی فے سے داد ملنی چاہیے ایک ایک کر کے ان چاروں کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ ان چاروں میں شیفر نام کا ایک شخص جسے مردہ جان کر چھوڑ دیا گیا تھا، کسی طرح گھسٹتا ہوا پیرس کی اگلی چوکیوں تک پہنچ گیا اور اسی کی زبانی کمیون کے ایک کمیشن کے سامنے اس واقعے کی تصدیق ہوئی۔ بعد میں جب تولین نے وزیر جنگ لے فلو سے اس کمیشن کی رپورٹ کی بابت سوال پوچھا تو "چودھریوں کی چوپال" کے ممبروں نے اتنا شور مچایا کہ اس کی آواز دب گئی اور لے فلو کو جواب دیتے بن نہیں پڑا۔ ان کی "شاندار" فوج کی توہین ہو جاتی اگر اس کے کارنامے گنوائے جائے۔ مولین ساکے کے مقام پر کمیون کے سوتے ہوئے آدمی اچانک پکڑ کر کس طرح سنگینوں سے چھیدے گئے، اور کلامار میں کس طرح لوگوں کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا، یہ خبریں تیئر نے کچھ اس بے احتیاطی سے شائع کر دیں کہ لندن کے اخبار ٹائمس (58) تک کے اعصاب جھنجھنا اٹھے، جس پر ایسے واقعات کا کچھ خاص اثر نہیں ہوتا۔ لیکن آج مضحکہ خیز معلوم ہو گا کہ ہم ان دردناک مظالم کا شمار کریں صرف شروع کے جو

پیرس پر گولے برسانے والے اور غیر ملکی حملے کی آڑ میں بردہ فروشوں کی بغاوت اکسانے والے کر چکے ہیں۔کبھی پارلیمنٹ میں تیئر کے منہ سے یہ لفظ نکلے تھے کہ میرے بونے کاندھون پر کمر توڑنے والی ذمہ داریاں آ پڑی ہیں،مگر آج چار طرف بربادی کے اس منظر میں وہ اپنے بلیٹن میں بڑھ بڑھ کر جو دعوے کرتا ہے کہ اسمبلی کا اجلاس اطمینان سے چل رہا ہے،اور کبھی دسمبری جنرلوں کے ساتھ،کبھی جرمن شہزادوں کے ساتھ جو مستقل دعوتیں اڑاتا رہتا ہے،ان سے تو یہی ثابت ہوگا کہ جنرل لیکونت اور کلیماں تھامس کے بھوت بھی اس کا ہاضمہ خراب نہیں کر سکے۔

3

18 مارچ 1871 کی صبح سویرے "کمیون زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے پیرس والوں کی آنکھ کھلی۔کمیون ایسا کون سا ابوالہوال ہے جس نے بورژوازی کی عقلیں گم کر رکھی ہیں؟

مرکزی کمیٹی نے اپنے 18 مارچ کے مینی فیسٹو میں لکھا:

"پیرس کے پرولتاریوں نے حاکم طبقوں کی کمزوری اور بدعہدی دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ وہ وقت آ پہنچا جب مصیبت سے نکلنے کے لئے انہیں سماجی معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لینی چاہیۓ ... انہوں نے دیکھ لیا کہ فرض کا تقاضا اور ان کا یہ قطعی حق ہے کہ سرکاری طاقت سنبھال کر اپنی قسمتوں کے مالک آپ بن جائیں۔"

لیکن مزدور طبقہ یہ نہیں کر سکتا کہ تیار سرکاری مشین پر قبضہ کر کے اسے اپنے مقاصد کے لیے چالو کر دے۔

مرکزیت لئے ہوئے سرکاری طاقت' مستقل فوج' پولیس' نوکر شاہی، مذہبی اور عدالتی اداروں سمیت' جو ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں،اور جو کاموں کی باقاعدہ اور پشت در پشت تقسیم کے اصول پر بنے ہیں،مطلق العنان بادشاہی کے اس زمانے سے چلی آرہی ہے جب وہ جاگیرداری کے توڑ پر ابھرتے ہوئے درمیانی طبقے کا ایک کارگر ہتھیار بن گئی تھی۔پھر بھی کئی جالے لگے رہے، بڑے تعلقہ داروں کے خاص حقوق، مقامی امتیاز،شہری اور کاریگروں کی برادری کے اجارے' اور صوبائی قانون۔ان سب نے اس کی ترقی میں کھنڈت ڈالی۔اگلے وقتوں کے ان تمام جالوں کو 18 ویں صدی کے انقلاب فرانس کی زبردست جھاڑو نے اتار کر صاف کر دیا اور یوں بیک وقت وہ زمین بھی پرانا کباڑ جھاڑ پونچھ کر تیار کر دی جس پر وہ

عمارت کھڑی ہوئی تھی جسے نئے زمانے کی سرکاری مشینری کہنا چاہیے۔ یہ عمارت اس پہلی شہنشاہی کے زمانے میں اٹھی کہ وہ شہنشاہی یا سلطنت بھی پرانے نیم جاگیرداری یورپ کی ان ملی جلی جنگوں کا نتیجہ تھی جو نئے فرانس کے خلاف لڑی گئیں۔ بعد کی عملداریوں میں، حکومت جو پارلیمنٹ کے کنٹرول میں رکھی گئی' یعنی براہ راست صاحب جائیداد طبقے کے قبضہ قدرت میں، وہ نہ صرف یہ کہ بڑے قومی قرضوں اور بھاری ٹیکسوں کی آماجگاہ بن گئی' نہ صرف یہ کہ حکمراں طبقوں کی رسہ کشی کرنے والی ان ٹکڑیوں اور داؤ لگانے والوں کے درمیان چھینا جھپٹی کا سبب بن گئی جو سرکاری طاقت کی طرف اس لئے کھینچے چلے آتے تھے کہ اس سے انہیں اچھی آمدنی' اثر' اختیار اور منافع بخش عہدے ہاتھ لگیں گے، چنانچہ سماج کی معاشی تبدیلی کے ساتھ سرکاری طاقت کا سیاسی کیرکٹر بھی بدل گیا۔ موجودہ زمانے کی صنعتی ترقی جتنی بڑھتی گئی، سرمائے اور محنت کے درمیان طبقاتی ٹکراؤ جتنا پھیلتا اور گہرا ہوتا گیا' سرکاری طاقت اسی قدر اور محنت کے اوپر سرمائے کی قومی طاقت بنتی چلی گئی، ایسی سماجی قوت میں بدلتی گئی جو تیار ہی اس لئے کی گئی کہ اوروں پر سماجی غلبہ قائم کرے' اور وہ طبقاتی غلبے کا آلہ کار بن کر رہ گئی۔ ہر ایک انقلاب کے بعد، یعنی طبقاتی کشمکش کے ہر ایک بڑھنے والے قدم کے بعد سرکاری طاقت کا ظالمانہ جابرانہ کردار زیادہ سے زیادہ کھل کر سامنے آتا ہے۔ 1830 کے انقلاب نے زمین جائیدادوالوں سے طاقت چھین کر سرمایہ داروں کے حوالے کر دی۔ یوں کہیے کہ مزدور طبقے کے جو دور کے دشمن تھے ان کے ہاتھوں سے لے کر سامنے کے دشمن کو دے دی۔ فروری کے انقلاب کے نام پر سرمایہ دار رپبلکنوں نے جب سرکاری طاقت سنبھالی تو اس سے جون والے قتل عام کا کام لیا' تا کہ مزدور طبقے کے ذہن نشین کر دیا جائے کہ ''سماجی'' ریپبلک کا مطلب ہے ایسی ریپبلک جو اسے سماجی ماتحتی میں رکھے گی' شاہی رجحان رکھنے والے عام سرمایہ داروں اور جاگیردار طبقے کو اطمینان دیا جائے کہ حکومت چلانے کا دردسر اور نفع زر بورژوا ''رپبلکنوں'' کو سونپ کر فکر سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ لیکن جون کا ایک شاندار کارنامہ انجام دیتے ہی ان بورژوا رپبلکنوں کو اگلی صف چھوڑ کر ضابطہ پارٹی کے پیچھے کی صف میں ٹھکانا ملا اور یہ پارٹی کیا تھی، بھان متی کا کنبہ تھا جس میں دوسروں کا حق مار لینے والے طبقے کے ایک دوسرے سے دست و گریباں گروہ اور فریق سر جوڑ کر کھلم کھلا اس طبقے کے مقابل کھڑے ہو گئے تھے جو مال پیدا کرتا ہے۔ ان کی جوائنٹ اسٹاک (مشترکہ کمپنی) گورنمنٹ کی صحیح شکل وہ پارلیمنٹری ریپبلک تھی جس کا صدر لوئی بوناپارٹ بنا۔ ان لوگوں کی عملداری کٹر طبقاتی دہشت کا اور ''بے حیثیت عوام'' کی سوچی سمجھی توہین کا راج تھی۔ تیئر کے لفظوں میں اگر پارلیمنٹری ریپبلک ''انہی کو سب سے کم بانٹتی تھی'' (یعنی حکمران طبقے کے مختلف گروہوں کو) لیکن اسی پارلیمنٹری ر

پبلک نے تھوڑی سی تعداد والے اس طبقے کو اس پورے سماجی وجود سے دور کر دیا تھا جو اس طبقے کے باہر جی رہا تھا، ان دونو ں کے درمیان خلیج حائل کر دی تھی۔ پچھلی عملداریوں میں الگ الگ دھڑے ہونے کے باعث سرکاری اختیارات کے استعما ل پر ایک بندش رہا کرتی تھی، اب ان کے یکجا ہونے کی بدولت وہ بندش ہٹ گئی۔ پرولتاریہ کی شورش کا خطرہ دیکھتے ہوئے انہوں نے سرکاری طاقت کو بڑی بے رحمی سے ایسے استعمال کیا کہ وہ محنت کے خلاف سرمائے کی صاف صاف قومی جنگی مشین بن گئی۔ پیداوار کرنے والے عوام پر اس لگاتار صلیبی حملے نے ایک طرف تو ان سے یہ کرایا کہ انتظامیہ طاقت کو مخالفت کا سر کچلنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اختیارات دیتے گئے، دوسری طرف رفتہ رفتہ خود اپنے ہی گڑھ، مطلب یہ کہ قومی اسمبلی کو انتظامیہ طاقت کے مقابلے میں بچاؤ کے ذریعوں سے محروم کرتے چلے گئے۔ لوئی بونا پارٹ نے، جو خود اپنی ہستی سے انتظامیہ طاقت تھا، حکمراں طبقے کے نمائندوں کو نکال باہر کیا۔ یوں دوسری شہنشاہی ضابطہ پارٹی کی ریپبلک کا ایک قدرتی نتیجہ بنی۔

یہ شہنشاہی، جسے حکومت کا تختہ الٹنے سے پیدائش کا سرٹیفکیٹ ملا، عام رائے دہندگی کے حق سے دست و بازو ملے اور تلوار کے زور سے قانون کا نفاذ ملا، اس نے صاف کہہ دیا کہ کسانوں کے بل پر کھڑی ہے، یعنی پیداواری آبادی کی اس بڑی بھاری تعداد کے بل پر، جسے سرمائے اور محنت کی کشمکش سے براہ راست کوئی سروکار نہیں۔ اس شہنشاہی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس نے مزدور طبقے کو بچا لیا، وجہ یہ کہ پارلیمینٹری طرز حکومت کو توڑ دیا اور اس کے ساتھ حکومت کا بے نقاب ہو کر صاحب حیثیت طبقوں کو بچا لینے کا دعویٰ بھی ختم کر دیا گیا، وجہ یہ ہے کہ مزدور طبقے پر ان کے معاشی غلبے کو سنبھالے رکھا۔ اور آخر یہ شہنشاہی اس بات کی دعویدار ہوئی کہ قومی عروج کے جو آثار اس نے پھر سے پیدا کئے ہیں ان کے گرد سارے طبقوں کو جوڑ سمیٹ کر لے آئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے وقت میں جب بورژوازی نے قوم کا انتظام کرنے کی قابلیت کھو دی تھی اور مزدور طبقے نے ابھی یہ صلاحیت پیدا نہیں کی تھی، صرف یہ شہنشاہی حکومت کی ایک ممکن صورت تھی۔ ساری دنیا نے مان لیا کہ یہ حکومت سماج کو بربادی سے بچانے والی ہے۔ اس کا عمل دخل ہو جانے سے بورژوا سماج کو سیاسی جھمیلوں سے فرصت ملی اور وہ ترقی کے اس مقام پر پہنچا جہاں خود اپنے زمانے میں نہیں پہنچا تھا۔ صنعت اور تجارت دونوں میں بے پناہ تیازی آئی، سٹے کے کاروبار میں اپنے اور خیر سبھوں نے خوب ہاتھ رنگے۔ عام لوگوں کا افلاس اس رفتار سے بڑھا جیسے جرم و فریب پر پلنے والے بے لگام عیش و عشرت، اور نمود و نمائش کی چمک دمک بڑھتی گئی۔ سرکاری طاقت جو بظاہر سماج کے سر سے کہیں اوپر تھی، حقیقت میں وہی اس سماج کے فتنوں کی جڑ اور ہر قسم کی بدچلنی کی آماجگاہ تھی۔ پروشیا تو دل سے آرزومند تھا کہ اس قسم

کے نظام حکومت کا مرکز پیرس سے برلن منتقل کر دیا جائے، اس پروشیا کی سنگینوں نے اس سرکاری طاقت کا تمام پول کھول دیا اور اس طاقت نے جس سماج کو پروان چڑھایا تھا، اس کا کھوکھلا پن فوراً بے نقاب کر دیا۔ شہنشاہی عملداری سب سے بڑھ کر آبرو باختہ اور آخری شکل ہے اس سرکاری طاقت کی، جسے ابھرتے ہوئے درمیانی طبقے کے سماج نے جاگیرداری شکنجے سے اپنی جان چھڑانے کی ایک سبیل کے طور پر بنانا شروع کیا تھا اور جسے خوب ترقی یافتہ بورژوا سماج نے بالآخر محنت کو سرمائے کا غلام رکھنے کے لئے اپنا آلہ کار بنالیا۔

شہنشاہی کے بالکل برعکس تھا کمیون۔ پیرس کے پرولتاریہ نے "سماجی ریپبلک" کے جس نعرے سے فروری کے انقلاب کا استقبال کیا تھا، وہ ایسی ریپبلک کا دھندلا سا مقصد ظاہر کرتا تھا، جو نہ صرف طبقاتی غلبے کی شخصی بادشاہت والی شکل کا صفایا کر دے بلکہ خود طبقاتی غلبے کو ہی مٹا دے۔ ایسی ریپبلک کا ایک روپ تھا کمیون۔

پرانی سرکاری طاقت کا گڑھ اور مرکز پیرس، جو فرانس کے مزدور طبقے کا بھی سماجی قلعہ تھا، ہتھیار سنبھال کر تیئر اور اس کی "چودھریوں کی چوپال" کی ان کوششوں کا جواب دینے اٹھ کھڑا ہوا جو یہ لوگ اسی پرانی سرکاری طاقت کو پھر سے جمانے اور ہمیشہ قائم رکھنے کے لیے کر رہے تھے، جو انہیں شہنشاہی سے ترکے میں ملی تھی۔ پیرس اس لئے مقابلے میں کھڑا ہو سکا کہ محاصرے کے دنوں میں فوج کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور نیشنل گارڈ نے فوج کی جگہ سنبھال لی تھی جس میں بہت بڑی تعداد میں مزدور ہی تھے۔ اب اس حقیقت کو ایک باقاعدہ شکل دینا باقی تھا چنانچہ پہلا حکم جو کمیون نے نکالا وہ یہ تھا کہ مستقل فوج کا خاتمہ کیا جاتا ہے اور ہتھیار بند عوام اس کی جگہ لیتی ہے۔

کمیون میونسپلٹی کے ان ممبروں سے مل کر بنا جو شہر کے مختلف حلقوں سے عام رائے دہندگی کے ذریعے چنے گئے تھے۔ یہ لوگ معاملات کے جواب دہ ٹھہرے اور کسی وقت بھی انہیں ہٹایا جا سکتا تھا۔ ان ممبروں کی اکثریت، ظاہر ہے کہ مزدور طبقے سے یا اس کے مانے ہوئے نمائندوں میں سے آئی تھی۔ کمیون کو پارلیمنٹری نہیں بلکہ خود کام کرنے والی کارپوریشن بننا تھا کہ بیک وقت قانون بھی بنائے اور قانون کی تعمیل بھی کرائے۔ پولیس جو تب تک مرکزی حکومت کا کل پرزہ ہوا کرتی تھی، فوراً اپنی تمام سیاسی کرگزاریوں سے محروم کر دی گئی، اسے کمیون کا ایک ذمے دار محکمہ قرار دے کر یہ شرط رکھ دی کہ کسی وقت بھی عہدے سے برطرف کی جا سکتی ہے۔ انتظامیہ کے تمام عہدے داروں پر یہی شرط عائد ہوتی تھی۔ کمیون کے ممبروں سے لے کر اوپر سے نیچے تک سب کو سماجی خدمات کا معاوضہ اتنا ہی ملنا تھا جتنا مزدوری میں ملتا ہے۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں کو جو

خاص حقوق اور الاؤنس وغیرہ ملا کرتے تھے، وہ سب ان عہدوں کے ساتھ ہی رخصت ہو گئے۔ سماجی خدمات اب مرکزی حکومت کے مقرر کئے ہوئے کارندوں کی نجی ذمہ داری نہیں رہ گئی۔ صرف میونسپل انتظام نہیں، بلکہ اور تمام کاموں میں پہل کرنا بھی، جو سرکار کے دائرہ اختیار میں تھا، کمیون کے سپرد ہوا۔

باقاعدہ فوج اور پولیس برطرف کرنے، پرانی حکومت کے مادہ کل پرزوں کو ہٹانے کے ساتھ کمیون فوراً ادھر متوجہ ہوا کہ روحانی دباؤ کے کل پرزوں "پادریوں کے اقتدار" کو بھی توڑ پھوڑ کر برابر کیا جائے، اس تدبیر سے کہ کلیسا یا چرچ کو اسٹیٹ سے کوئی سروکار نہ ہو اور گرجاؤں کو جو دولت و جایئداد کے اوقاف کے مالک تھے، ان سے بے دخل کر دیا جائے۔ پادریوں کو حکم ہوا کہ وہ عام شہری کی طرح زندگی کی طرف واپس جائیں تاکہ اپنے قدیم علما اور مشائخ کی طرح وہ بھی اہل ایمان کی دی ہوئی روکھی سوکھی پر بسر اوقات کیا کریں تمام تعلیم گاہوں کے دروازے مفت تعلیم عامہ کے لئے کھول دیئے گئے اور انہیں کلیسا اور سرکار دونوں کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا۔ اس طرح نہ صرف سکول کی تعلیم سب لوگوں کے لئے کھل گئی بلکہ علم کے پاؤں کی زنجیریں بھی اتار لی گئیں جن میں طبقاتی تعصّبات اور سرکاری اختیارات نے اسے جکڑ رکھا تھا۔

عدالتی عہدوں نے اپنی دکھاوے کی آزادی سے ہاتھ دھو لئے۔ یہ آزادی ایک پردہ تھا جس کے پیچھے وہ ہر ایک برسر اقتدار حکومت کے سامنے ماتھا رگڑتے، جب کوئی حکومت آتی تو وہ وفاداری کا حلف اٹھاتے اور وہ جاتی تو وفاداری بھی ساتھ لے جاتی تھی۔ دوسرے سماجی عہدہ داروں کی طرح اب عدالتی عہدہ داروں کے لئے بھی کھلے ووٹ سے چنا جانا، جوابدہ ہونا اور جگہ چھوڑنا طے پایا۔

پیرس کمیون کو، ظاہر ہے پورے فرانس کے بڑے بڑے صنعتی مرکزوں کے لئے ایک نمونہ پیش کرنا تھا۔ اگر پیرس میں اور دوسرے درجے کے مرکزوں میں یہ جماعتی (کمیون کی) عملداری کامیابی سے چل جاتی، تو پرانی مرکزیت والی حکومت کو صوبوں میں بھی پیداوار کرنے والی آبادی کی خود انتظامی کے لئے جگہ چھوڑ کر ہٹ جانا پڑتا۔ قومی بندوبست کے اس مختصر خاکے میں، جس میں رنگ بھرنے کا کمیون کو وقت نہیں ملا، دوٹوک لفظوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں بھی کمیون کی سیاسی شکل قائم ہوئی ہے اور دیہات کے حلقوں میں بھی مستقل فوج کی جگہ عوام کی ملیشیا کو اس طرح لینی ہے کہ عہدے کی میعاد بہت مختصر رہے۔ دیہات کے حلقوں کے ہر ایک صدر مقام پر نمائندوں کی حلقہ کمیٹی بیٹھے اور ہر ایک حلقے کے زرعی کمیون کے عام مسائل کا انتظام ہاتھ میں لے۔ پھر یہ حلقہ وار کمیٹیاں اپنے نمائندے چن کر قومی نمائندے

بھیجیں جو پیرس میں منعقد ہوگا۔ یہ نمائندے سختی سے ان ہدایات کے پابند ہوں گے جو ان کے حلقے کی طرف سے انہیں دی گئی ہیں اور ہر وقت ان کو برطرف کیا جا سکے گا۔ تھوڑے سے لیکن نہایت اہم فرائض پھر بھی بچ رہے جو مرکزی حکومت کے ہاتھ میں رہنے والے تھے اور انہیں واپس نہیں لیا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ ان کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا جا رہا ہے۔ بلکہ وہ پوری جماعتی کمیٹی (کمیون) کے سپرد تھے، یعنی انتہائی ذمے دار عہدے داروں کو سونپے گئے تھے۔ قوم کے اتحاد کو توڑ پھوڑ کر برابر نہیں کرنا تھا بلکہ اس کے برعکس کمیون کے سانچے میں ڈھل کر اسے از سر نو مرتب ہونا تھا۔ قوم کا اتحاد حقیقت کے لباس میں اس صورت سے آنا تھا کہ اس سرکاری طاقت کا صفایا کیا جاتا جو خود اس قومی ایکتا کی مجسم ہستی کی دعویدار بن کر چاہتی تھی کہ قوم سے بے نیاز بھی ہو اور اس کے سر پر بھی کھڑی رہے۔ سچ پوچھئے تو یہ سرکاری طاقت قوم کے بدن پر ایک فالتو رسولی تھی۔ مدنظر یہ تھا کہ پرانی حکومت کے اختیارات میں جتنے جابرانہ محکمے ہیں، ان کو جڑ بنیاد سے صاف کر دیا جائے اور ان کی جائز کارگزاری اس طاقت کے ہاتھ سے چھین کر، جسے سماج سے بلند مرتبے پر فائز ہونے کا بے جا دعویٰ ہے، سماج کے ذمے دار خادموں کے سپرد کر دی جائے۔ بجائے اس کے کہیں تین یا چھ سال میں ایک بار یہ فیصلہ ہو کہ حکمران طبقے کا کون سا آدمی پارلیمنٹ میں لوگوں کی نمائندگی یا دھاندلی کرے گا، عام رائے دہندگی کا حق ان لوگوں کے، جو کمیون میں منظّم ہوئے ہیں، اس طرح کام آئے جس طرح انفرادی چناؤ کا حق الگ الگ اس شخص کے کام آتا ہے جو روزگار دینے میں اپنے کاروبار کے لئے مزدور، نگران اور منشی چھانٹتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ فرد واحد کی طرح کاروبار یا ادارے بھی کام ڈھنگ سے چلانے میں صحیح جگہ کے لئے مناسب آدمی کا انتخاب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر ان سے غلطی ہو جائے تو ہاتھوں ہاتھ اس غلطی کو درست بھی کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی ہے کہ خود کمیون کا وجود ہی یقینی طور سے اس کا دشمن تھا کہ عام رائے دہندگی کی جگہ پشتینی منصب داری (59) کو مل جائے۔

جب بھی کوئی نیا تاریخی وجود جنم لیتا ہے تو، عموماً ایسی قسمت لے کر آتا ہے کہ لوگ اسے بھی سماجی زندگی کا وہی روپ سمجھ لیتے ہیں جو تھا تو پرانا اور بالکل گیا گزرا، لیکن شکل شباہت کچھ ویسی ہی رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نئے کمیون کو بھی، جو عہد حاضر کی سرکاری طاقت کا توڑنے والا ہے یہ سمجھا گیا کہ قرون وسطیٰ کے وہی کمیون پھر سے زندہ ہو گئے جو کسی زمانے میں اس سرکاری طاقت سے پہلے موجود تھے اور اس طاقت کی بنیاد بنے تھے۔ کمیون کے سانچے کو غلطی سے لوگوں نے یہ جانا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا فیڈریشن بنانے کی کوشش ہے جس کے خواب منتس کیو نے اور ژیروندیستوں (60) نے دیکھے تھے، اور

یہ فیڈریشن اس اتحاد کی جگہ لے جو بڑی بڑی قوموں کے یہاں، اگرچہ شروع میں سیاسی زورزبردستی سے بنایا گیا، لیکن اب وہی سماجی پیداوار کی زبردست وجہ بن چکی ہے۔کمیون اور سرکاری طاقت کے درمیان جو تناتنی تھی اس کا مطلب غلطی سے یہ نکالا گیا کہ حد سے زیادہ مرکزیت کے خلاف پرانی کشمکش کی یہ ایک بڑھی چڑھی شکل ہے۔خاص تاریخی حالات نے حکومت کے اس بورژوا ڈھنگ کی کلاسیکی ترقی میں ایک جگہ تو رکاوٹیں کھڑی کر دیں، جیسا کہ فرانس میں ہوا، اور دوسری جگہ اس کی سہولتیں مہیا کر دیں، جیسا کہ برطانیہ میں ہوا کہ مرکزی حکومت کے بڑے اداروں کے ساتھ ساتھ گرجاؤں سے متعلق بکی ہوئی محلّہ کمیٹیوں کی، خودغرض میونسپل کونسلروں کی، شہروں کے اندر قانون غربا کے ہنگامہ خیز سرپرستوں کی اور نوابی ریاستوں میں عملی طور پر پشت در پشت آنریری مجسٹریٹوں کی پخ بھی لگی ہوئی ہے۔کمیون کی ساخت پرداخت سماج کے بدن کو وہ تمام طاقتیں واپس دلا دیتی جو یہ پھولی ہوئی رسولی جسے "ریاست" کہتے ہیں، اس بدن سے چوس کر خود تو اس پر پل رہی تھی لیکن جسم کی اٹھان کو روکے ہوئے تھی، اسی ایک عمل سے فرانس کو نئی زندگی کی شہ مل جاتی۔فرانس کے صوبائی شہروں کی بورژوازی کو کمیون میں یہ نقشہ نظر آیا کہ بادشاہ لوئی فلپ کے زمانے میں دیہات پر جو اس کا عمل دخل لوئی نپولین کے دور میں چھن گیا اور اس کی جگہ بظاہر شہروں پر دیہات کا غلبہ قائم ہو گیا تھا۔اصلیت یہ ہے کہ کمیون کی ساخت دیہات کے محنت کرنے والوں کو ہر علاقے کے بڑے شہروں کی ذہنی رہنمائی میں لاتی اور وہاں شہری مزدوروں کے روپ میں انہیں اپنے مفاد کے سیدھے سچے نمائندے نصیب ہو جاتے۔خود کمیون کا وجود ہی اپنی لپیٹ میں لوکل سیلف گورنمنٹ (میونسپل انتظام) کی شان رکھتا تھا لیکن وہ اس سرکاری طاقت کا جواب نہیں تھا جواب غیر ضروری ہو چکی تھی۔صرف کسی بسمارک کے دماغ میں یہ بات آ سکتی ہے، وہ جو ایسے داؤ پیچ میں لگا رہتا ہے جہاں لہو اور لوہا سب سے مقدم ہیں، اور ان سے جو وقت بچتا ہے وہ سب کا سب اپنے پرانے شوق، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اپنی دماغی قابلیت کے مناسب حال شوق پورا کرنے، یعنی اخبار Kladderadastsch (برلن کے Punch) (61) کے لئے لکھنے میں لگا دیتا ہے، ایسے ہی کسی شخص کے دماغ میں یہ خیال جگہ پا سکتا ہے کہ پیرس کمیون نقل کرنے چلا تھا پروشیا کے میونسپل سانچے کی، جو خود ہی 1791 کے پرانے فرانسیسی میونسپل سانچے کا ایک بگڑا ہوا ڈھانچہ ہے اور جس میں میونسپل انتظام کی حیثیت پروشیائی ریاست کی پولیس مشینری کے سائے میں ویسی رہ جاتی ہے جیسے گاڑی کے نیچے فالتو پہیے۔

سارے بورژوائی انقلاب کم خرچ حکومت کا نعرہ لگاتے آئے تھے، کمیون نے خرچ کی دو بڑی مدیں، مستقل فوج

اور سرکاری عہدہ داری توڑ دیں، اور اس نعرے کو سچ کر کے دکھا دیا۔ خود کمیون کا وجود ہی اس شخصی بادشاہی کے وجود کی نفی تھی، جو خود کم از کم یورپ میں معمولی طبقاتی حکمرانی کا بوجھ بھی بنی ہوتی ہے اور اس کا پردہ بھی رکھتی ہے۔ کمیون نے ریپبلک کو جمہوری اداروں کی بنیاد عطا کی۔ لیکن کمیون کی منزل مقصود نہ سستی حکومت تھی، نہ "سچی ریپبلک" یہ دونوں تو محض رفیق سفر تھیں۔

کمیون کی جتنی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں اور جتنے مختلف مفادوں نے کمیون کو اپنے معنی پہنائے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ حکومت کی سراسر ایک لچک دار سیاسی شکل تھی حالانکہ اس سے پہلے حکومت کی جتنی شکلیں رہ چکی ہیں وہ اصلیت میں بے لوچ اور دباؤ ڈالنے والی تھیں۔ اس کا اصل راز یہ کہ اپنی خاصیت میں وہ مزدور طبقے کی حکومت تھی، وہ اس کشمکش کا ثمرہ تھی جو پیداوار کرنے والے طبقے اور ہتھیا لینے والے طبقے کے درمیان چلتی ہے، آخر کمیون میں اس سیاسی شکل کا سراغ ملا جس کے سائے میں محنت کو معاشی آزادی نصیب ہو سکے۔

اگر یہ آخری شرط نہ ہوتی تو کمیون محض ایک فرض محال اور فریب ہو کر رہ جاتا۔ پیدا کرنے والوں کی سیاسی حکمرانی ان کی سماجی غلامی کے ساتھ بسر نہیں کر سکتی۔ اس لئے کمیون وہ اصلی پرزہ بنتا تھا جو اس معاشی بنیاد کو ہی اکھاڑ کر پھینک دے جس پر طبقوں کا وجود قدم جماتا ہے اور اس کے سبب طبقاتی حکمرانی چلتی ہے۔ محنت کے سر کا بوجھ اتر جائے تو ہر شخص محنت کرنے والا بن جاتا ہے اور پیداواری محنت کسی طبقے کی خصوصیت نہیں رہ جاتی۔

عجیب بات۔ حالانکہ پچھلے سات سال سے محنت کے سر کا بوجھ اتارنے کی کیا لمبی چوڑی باتیں لکھی اور کہی جا رہی ہیں، لیکن محنت کش کہیں، کسی جگہ جم کر یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیں پھر کیا ہے، فوراً موجودہ سوسائٹی کے حمایتوں کی طرف سے ان کے خلاف دھواں دھار عذر تراشے جانے لگتے ہیں اور حملہ بھی دو بالکل مخالف قطبوں سے ہوتا ہے: ایک سرمایہ، دوسرے اجرتی غلامی (جاگیردار آج کل سرمایہ داروں کے بے عمل شریک ہو کر رہ گئے ہیں)۔ گویا ابھی سرمایہ داری سماج معصومیت اور کنوار پن کے دور سے گزر رہا ہے، ابھی اس کے اندرونی تضاد نہیں بڑھے، اس کی خود فریبی کا پردہ چاک نہیں ہوا اور اس کی آبرو باختہ حقیقت بے نقاب نہیں ہوئی۔ یہ لوگ شور مچاتے ہیں کہ کمیون تو ذاتی ملکیت ہی مٹانے پر آمادہ ہے، جو ہر ایک تمدن کی بنیاد ہے۔ جی ہاں حضرات، کمیون اس طبقاتی ملکیت کو مٹانے پر آمادہ ہے جو بہتوں کی محنت کو چند لوگوں کی ملکیت بنا دیتی ہے۔ اس کا مقصد ہے بے دخل کرنے والوں کو بے دخل کرنا۔ وہ تو ذاتی ملکیت کو ایک حقیقت بنانا چاہتا ہے،

پیداوار کے ذریعوں کو، زمین اور سرمائے کو، جو آج کے زمانے میں خاص کر محنت کو مطیع کرنے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں، اپنی خوشی سے ایک جگہ جڑی ہوئی محنت کا اوزار بنا دینا چاہتا ہے۔ لیکن یہ تو کمیونزم نہیں۔ "انہونا" کمیونزم۔ اچھا تو حکمران طبقوں کے وہ نمائندے جن میں اتنا سمجھنے کی عقل وفہم ہے کہ موجودہ سماج دیر تک چلنے والا نہیں، اور اتنے ذی فہم لوگ بھی بہتیرے ہیں، وہ گلا پھاڑ کر، اور جوش میں آ کر کوآپریٹو پیداوار محض خالی خولی لفاظی یا فریب نہیں، اگر اسے سرمایہ داری نظام سے جگہ خالی کرانی ہے، اگر متحدہ امداد باہمی کی سوسائیٹیوں کو ایک مشترکہ منصوبہ پر قومی پیداوار کا قاعدہ باندھنا ہے، اور یوں اسے اپنے کنٹرول میں لے کر اس مستقل افراتفری کا، اس تھوڑے تھوڑے وقفے کی نڈھالی کا، جو سرمایہ داری پیداوار کا خاصہ ہے، ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنا ہے تو حضرات، اسے کیا کہتے ہیں؟ یہ کمیونزم کے سوا کچھ اور ہے کیا؟ یہ "ممکن" کمیونزم ہو گا؟

کمیون سے مزدور طبقے کو معجزوں کی امید نہیں تھی۔ مزدور طبقہ یہ نہیں سوچتا کہ ڈھلے ڈھلائے، تیار قیاسی نظریے utopias لوگوں کے فرمان سے (par de'cret du peuple) عملی جامہ پہن لیں گے۔ وہ جانتا ہے کہ خود اپنے سر کا بوجھ اتارنے کے لئے، اور ساتھ میں سماج کو اس اعلیٰ شکل تک لے جانے کے لئے جہاں وہ اپنی معاشی ترقی کے بل بوتے پر پہنچنے کو بے تاب ہے، اسے مسلسل کشمکش اور مقابلے میں قدم جما کر ایسے کئی تاریخی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا جو ماحول اور آدمی، دونوں کی کایا پلٹ کر دیں۔ مزدور طبقے کو اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں چاہئے، اسے تو نئے سماج کے ان عناصر کو پنپنے کے لئے کھلا چھوڑنا ہے جو ٹوٹتے ہوئے پرانے بورژوا سماج کے بطن میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ مزدور طبقہ جو اپنے تاریخی منصب سے پوری طرح باخبر اور اس کی تعمیل کی خاطر مردانہ فیصلہ کئے ہوئے ہے، وہ ان چاپلوس اخباری لوگوں کی گندی گالیوں پر اور بورژوا فلسفہ طرازوں کے بقراطی انداز کے بیک مشوروں پر حقارت سے مسکرا سکتا ہے جنہیں علمی قطعیت کے لب و لہجے میں لفاظی کی چاٹ پڑی ہے اور منہ کھولتے ہیں تو جہالت کا طومار باندھ دیتے ہیں اور تنگ نظری کے وہم و گمان کا انبار لگا دیتے ہیں۔

جب پیرس کمیون نے انقلاب کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی، جب سادھارن مزدوروں نے پہلی بار فیصلہ کیا کہ اپنے "قدرتی افسروں" کے خاص حقوق پر ہاتھ ڈالیں، خاص حاکمانہ اختیارات کو چھانٹ دیں اور ایسے کٹھن حالات میں، جن کی کوئی مثال نہیں ملتی، انہوں نے یہ کام انکساری، ایمانداری اور کامیابی سے سرانجام دیا، وہ بھی کس طرح کہ زیادہ سے

زیادہ معاوضہ اس تنخواہ کے پانچویں حصے سے زیادہ نہیں رکھا جو اس علم کے ایک مشہور ماہر (پروفیسر ھکسلے) کے بقول، لندن کے کسی سکول بورڈ کے سیکرٹری کی کم از کم تنخواہ ہوتی تھی، اس پر بھی جوں ہی پرانی دنیا نے لال جھنڈے کو، محنت کی ریپبلک کے نشان کو ٹاؤن ہال کی عمارت پر لہراتے دیکھا وہ طیش میں آپے سے باہر ہوگئی۔

کچھ بھی سہی، یہ پہلا انقلاب تھا جس میں مزدور طبقے کو کھلے عام تنہا ایسا طبقہ مانا گیا جو سماجی پہل کرنے کے قابل تھا، پیرس کے درمیانی طبقے کے سب درجوں نے _ چھوٹے دکانداروں، دستکاروں، بیوپاریوں وغیرہ نے، صرف بڑے سرمایہ داروں کو چھوڑ کر سبھی نے یہ حقیقت تسلیم کر لی۔ کمیون نے اس مسئلے کو جو ہمیشہ سے خود درمیانی طبقے کے اندر فساد کی جڑ چلا آتا تھا۔ قرضداروں اور قرض خواہوں کی حساب فہمی کا مسئلہ دانائی سے سلجھا کر انہیں مصیبت سے بچا لیا(62)۔ درمیانی طبقے کا یہ وہ حصہ تھا جس نے جون 1848 میں مزدوروں کی شورش دبانے میں ہاتھ بٹایا اور بدلے میں یہ پایا کہ آئین ساز اسمبلی نے بڑی بے تکلفی سے اسے قرض خواہوں پر قربان کر دیا(63)۔ لیکن اس بار جو وہ مزدور طبقے کے ساتھ ہو لیا، اس کی یہی ایک وجہ نہیں تھی۔ درمیانی طبقے نے بھانپ لیا کہ کمیون اور شہنشاہی، دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے، چاہے وہ کسی نام سے بھی سامنے آئے۔ شہنشاہی نے سماجی دولت کی بندر بانٹ کر کے، شیئر بازار کی بڑی اونچی سٹہ بازی کی سرپرستی کر کے، سرمائے کے ارتکاز (centralion) کی مصنوعی تیز رفتاری میں ملی بھگت سے کام لے کر، اور اس وجہ سے درمیانی طبقے کے اس حصے کو بے دخل اور محروم کر کے معاشی طور پر تو خستہ کر دیا تھا۔ اور سیاسی طور پر شہنشاہی نے اسے محکوم بنا کر رکھا تھا، اخلاقی لحاظ سے شہنشاہی کی آئے دن کی عیاشیاں اسے صدمہ پہچاتی تھیں اور اس کے بچوں کی تعلیم و تربیت بے علم بھائیوں (fre'res ignorantins) کو (64) سونپ کر، والتیئر والی روشن خیالی کی تذلیل کی جاتی تھی، شہنشاہی نے درمیانی طبقے کے اس حصے کے فرانسیسی قومی جذبے کو یوں مصیبت میں ڈالا کہ اس جنگ میں اسے سر کے بل چھونک دیا اور وہ یہ کہ شہنشاہی کے پرزے اڑ گئے۔ اور واقعی جب بوناپارٹ کے اونچی ناک والے اور سرمایہ داروں کے ٹولے پیرس چھوڑ کر نکل بھاگے تو درمیانی طبقے کی سچی ضابطہ پارٹی نے "ریپبلکنوں کی انجمن "(65) کے نام سے قدم باہر نکالا، وہ کمیون کے جھنڈے تلے آئی اور تیئر کے بہتانوں کے سامنے اس کی حمایت کی۔ درمیانی طبقے کے اس انبوہ کثیر کا یہ جذبہ شکر گزاری آنے والی کڑی آزمائشوں میں ثابت قدم رہے گا یا نہیں، وقت ہی بتائے گا۔

کمیون بالکل برحق تھا کسانوں سے یہ کہنے میں کہ " کمیون کی فتح، کسانوں کی واحد امید ہے"۔ وارسائی میں جتنے

بھی جھوٹ تراشے گئے، اور یورپ کے نامور پریس میں زرخرید قلم کھینچ لوگوں نے انہیں دنیا بھر میں پھیلایا، ان سب میں کمال کا جھوٹ یہ تھا کہ "چودھریوں کی چوپال" ہی فرانسیسی کسانوں کی سچی نمائندہ ہے۔ تصور شرط ہے، فرانسیسی کسانوں کو ان لوگوں سے کتنی محبت ہوگی جنہیں 1815 کے بعد سے کروڑوں کی رقم ہرجانے میں بھرنی تھی (66)! فرانسیسی کسان کی نظر میں بڑے جاگیردار کا وجود ہی بجائے خود ایک دھاندلی ہے اس حق کے ساتھ جو 1779 میں کسان جیت چکے تھے۔ 1848 میں بورژوازی نے فی فرانک 45 سینٹ تک بڑھا دیا تھا۔ لیکن لگان میں یہ اضافہ انقلاب کے نام پر کیا گیا اور اب اس نے انقلاب کے خلاف خانہ جنگی بھڑکا دی تا کہ پانچ ارب کا تاوان جنگ جو پروشیا کو بھرنا تھا اس کا بڑا بوجھ کسان کے کندھوں پر پڑے۔ کمیون نے اپنے ایک اعلان عام میں صاف کہہ دیا کہ جنہوں نے جنگ کی آگ لگائی تھی انہی سے یہ تاوان جنگ بھی اگلوایا جائے گا۔ کمیون کسان کو اس کے لہو کے لگان سے آزاد کر دیتا، اسے کم خرچ حکومت دیتا، رجسٹری، اسٹامپ، وکیل، مقدمے کی پیروی کرنے والے اور عدالت کی دوسری خون چوسنے والی جونکوں کی بجائے کمیون کی طرف سے ایسے تنخواہ یافتہ ملازمین رکھ دیے جاتے جو خود اسی کسان کے چنے ہوئے اور اسی کے سامنے جواب دہ ہوتے۔ کمیون اسے ڈسٹرکٹ پولیس، سیاسی پولیس، اور فوجداری پولیس کی من مانی کارروائیوں سے نجات دے دیتا۔ اور ان پادریوں کی جگہ، جو کسان کی عقل کجلا دیتے ہیں، دماغ روشن کرنے والے سکول ماسٹر انہیں دیتا۔ فرانسیسی کسان سب سے اول حساب کتاب دیکھتا ہے۔ اسے یہ بات نہایت معقول نظر آئی کہ پادریوں کا خرچ، سرکاری ٹیکس اگھانے والے اس کی جیب سے نہ نکالیں بلکہ وہ صرف ان لوگوں کی ذاتی مرضی پر منحصر ہو جو مذہبی رجحان یا ایمان رکھتے ہیں۔ کمیون کی عملداری اور صرف یہی عملداری فرانسیسی کسان کی صحیح معنوں میں اتنی کچھ بہبودی کا فوری سامان تھی۔ یہاں یہ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پیچیدہ مگر دراصل زندگی کے ان اہم مسائل کا تفصیلی بیان کیا جائے جو کسان کے حق میں صرف کمیون ہی سے حل ہو سکتے تھے اور کمیون کو حل کرنے پڑتے۔ مثلاً ان رہن ناموں کا مسئلہ، جو کسان کی چھوٹی سی کاشت کو شکنجے کی طرح کستے چلے جاتے ہیں، کھیت مزدوروں کا سوال، جن کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے، مثلاً خود کسانوں کی بے دخلی کا مسئلہ جو جدید ترین زراعت کی ترقی کی بدولت اور سرمایہ دارانہ کاشتکاری کے باہمی مقابلے کے باعث تیز ہوتی جاتی ہے۔

فرانسیسی کسان نے لوئی بونا پارٹ کو ریپبلک کا صدر چنا تھا، لیکن ضابطہ پارٹی نے دوسری شہنشاہی بنا ڈالی۔ فرانس کا کسان دراصل کیا طلب کرتا ہے، یہ اس نے 1849 اور 1850 سے جتانا شروع کر دیا۔ حکومت کی طرف سے پریفیکٹ

مقرر ہوئے تو انے جواب میں اپنے میئر کھڑے کئے، سرکار نے پادری دیئے تو وہ اپنے سکول ماسٹر سامنے لایا، حکومت نے سیاسی پولیس بھیجی تو وہ خود سامنے آ گیا۔ ضابطہ پارٹی نے جنوری اور فروری 1850 میں جتنے قانون بنائے ان کا رخ کسان کے خلاف تھا، اور خود اس پارٹی نے اقرار کیا۔ کسان بونا پارٹ کا حامی تھا کیونکہ عظیم انقلاب نے اسے جتنے بھی فیض پہنچائے، وہ سمجھا کہ نپولین ہستی ہی انقلاب کا روپ ہے۔ یہ خود فریبی دوسری شہنشاہی کے زمانے میں تیزی سے ہوا ہونے لگی۔ ماضی کی یادوں سے یہ وابستگی (جو اپنی فطرت سے "چودھریوں کی چوپال" کے مقصد کے خلاف پڑتی تھی) بھلا وہ کمیون کی اس اپیل کے سامنے کیا ٹھہرتی جس اپیل میں کسانوں کی زندگی کے مفادات اور فوری تقاضوں کا جواب موجود تھا؟

"چودھریوں کی چوپال" کو اچھی طرح اندازہ تھا اور اسے سب سے زیادہ یہی دھڑکا لگا تھا کہ اگر پیرس کے کمیون والوں کا صوبوں سے رابطہ کھلا رہا تو کچھ نہیں تو تین مہینے کے اندر ہر طرف کسان بغاوت کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ اس اندیشے سے گھبرا کر اس نے پیرس کو چوطرفہ پولیس کے گھیرے میں لینے کی جلدی کی تاکہ کمیون کے جراثیم باہر نہ پھیلنے پائیں۔

یوں اگر کمیون سچا نمائندہ تھا فرانسیسی سماج کے صحت مند عناصر کا، یعنی وہ صحیح معنوں میں فرانس کی قومی حکومت تھا اور ساتھ ساتھ مزدور طبقے کی حکومت بھی تھا، محنت کو آزاد کرنے کی خاطر آگے بڑھ کر لڑنے والا بھی تھا، تو وہ انٹرنیشنل کی صحیح تصویر تھا۔ پروشیا کی اس فوج کے مقابل جس نے فرانس کے دو صوبے جرمنی میں جوڑ لئے تھے، کمیون نے اٹھ کر ساری دنیا کے محنت کشوں کو فرانس سے جوڑ لیا۔

دوسری شہنشاہی میں ہر جائی جعل سازی کی عید ہوگئی تھی۔ سبھی ملکوں کے چلتے پرزوں کو دوسری شہنشاہی نے صلائے عام دے دی کہ آئیں، عیاشی کی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھولیں اور فرانسیسی قوم کی لوٹ میں ساجھا کرلیں۔ فی الوقت بھی دیکھیئے تو تئیر کا داہنا بازو گانیسکو ہے، وہ لالچی چالباز، اور بائیں بازو مارکوفسکی ہے، روسی جاسوس۔ کمیون نے غیر ملکیوں کو ایک لافانی کاز کے لئے جان دینے کا موقع دیا۔ بورژوازی نے دو جنگوں کے درمیان، غیر ملکی جنگ جو خود اپنی دغا سے ہار دی گئی، اور خانہ جنگی، جس کی سازش غیر ملکی فاتح سے مل کر رچی گئی تھی' ان دونوں کے درمیانی وقفے میں اپنی حب وطن کی شان یہ دکھائی کہ پورے فرانس میں بسے ہوئے جرمنوں پر پولیس چڑھادی۔ اور کمیون کا موقع آیا تو اس نے جرمن مزدور (لیو فرانکیل) کو اپنا لیبر منسٹر مقرر کر دیا۔ تئیر، بورژوازی اور دوسری شہنشاہی مستقل طور پر اپنی ہمدردی کے بلند بانگ دعوؤں سے پو

لینڈ والوں کوفریب دیتے رہےلیکن اصلیت میں انہیں روس کے حوالے کر دیا اور یوں روس کا گندا کھیل انجام کو پہنچا دیا۔اس کے برخلاف کمیون نے پولینڈ کے سپوتوں (دومبروفسکی اور وربلیفسکی) کو پیرس کی حفاظت کی سربراہی دے کر انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا اور اس وقت جب ایک طرف پروشیا کی فاتح فوج مقابلے میں کھڑی تھی، دوسری طرف بوناپارٹ کی فوج اس کے جنرلوں کی سرکردگی میں غنیم بنی ہوئی تھی‘ کمیون نے تاریخ کے اس نئے دور کو ابھارنے کے لئے جو اس نے اپنے دم قدم کے ساتھ سمجھ بوجھ کر شروع کیا تھا‘ فرانس کی جنگی عظمت کے زبردست نشان ویندوم کی لاٹ کو (67) کھڑے قد سے گرا دیا۔

کمیون کا عظیم الشان سماجی کارنامہ خود اس کا وجود اور اس کا عمل تھا۔کمیون نے جدا جدا جتنے قدم اٹھائے ان سے صرف وہ سمت ظاہر ہوتی تھی جس سمت میں عوامی حکومت کو خود عوام کے ہاتھوں بڑھنا تھا۔مثلاً یہ کہ بیکری کارات کا کام بند کر دیا۔یہ ایک قابل سزا جرم قرار دیا کہ کاروبار کے مالک کی طرف سے طرح طرح کے بہانوں پر جرمانہ لگا کر مزدوری کی رقم کاٹی جائے‘ یہ ایک چال ہوتی ہے مالک کی، کہ وہ قانون ساز، جج اور حاکم تینوں کے اختیارات سمیٹ کر جرمانوں میں کاٹی ہوئی مزدوری ہضم کر جاتا ہے۔اسی قسم کا ایک قدم یہ تھا کہ وہ تمام کارخانے اور ورکشاپ جن کے مالک یا تو ہو کر گئے تھے‘ یا تالے ڈال کر بیٹھ گئے تھے،مزدور انجمنوں کے حوالے کر دیے اور مالک کو معاوضے کا حق باقی رکھا۔

کمیون نے جو مالی تدبیریں اختیار کیں‘ وہ کفایت شعاری اور اعتدال پسندی میں قابل تعریف تھیں اور ہونی بھی ایسی ہی تھیں کہ محاصرے میں پڑے ہوئے شہر کے حالات سے میل کھاتی ہوں۔ھاؤسمان (بیرن ھاؤسمان۔دوسری شہنشاہی کے زمانے میں یہ شخص دریائے سین کے ضلع‘ یعنی پیرس شہری حلقے کا پولیس پریفیکٹ تھا۔اس نے شہر کے نقشے میں کچھ ایسی تبدیلیاں کرائیں جن سے مزدوروں کی بغاوت کچلنے کی سہولت رہے)۔(1905 کے اس روسی ایڈیشن کے لیے نوٹ جو لینن کی ترتیب سے شائع ہوا تھا۔) جیسے آدمی کی سرپرستی میں بڑی بڑی بینکنگ کمپنیوں نے اور عمارتی ٹھیکیداروں نے مل کر پیرس کو اس طرح لوٹا تھا کہ اب کمیون کو "بلانسبت" کہیں زیادہ حق تھا ان کے مال املاک ضبط کر لینے کا جتنا لوئی بوناپارٹ کو اورلین والوں کی املاک ضبط کرنے کا حق رہا ہوگا۔ھوھینز ولرن والوں اور انگریز سرمایہ دار ٹولی کو کمیون کے اس عمل سے سخت صدمہ پہنچا ہی کہ کلیساؤں کی املاک ضبط کرنے کے بعد صرف 8000 (آٹھ ہزار) فرانک ہاتھ آئے حالاں کہ انہی جاگیروں پر ہاتھ صاف کر کے ان ٹولیوں نے بڑی دولت بنائی تھی۔

وارسائی کی حکومت میں جیسے ہی ذرا جان پڑی اور اس کے قدم جمے‘ چھوٹتے ہی اس نے کمیون کے خلاف انتہائی ظالمانہ کارروائیاں شروع کر دیں؛ سارے فرانس میں ہر قسم کے آزادانہ اظہار رائے کی بندش اور بڑے شہروں میں ڈیلی گیٹوں کے جلسوں تک کی مناہی کر دی وارسائی اور سارے ملک میں جاسوسی کا جال بچھا دیا‘ وہ بھی اتنے وسیع پیمانے پر کے خود دوسری شہنشاہی نے نہیں کیا تھا؛ اس کے ژندارمی مخبروں نے ان سارے اخباروں کو جلا ڈالا جو پیرس سے نکلتے تھے؛ پیرس کی ساری ڈاک چھانی جانے لگی؛ اگر دبے لفظوں میں پیرس کی تائید میں زبان کھولنے کی ذرا بھی کوشش کی جاتی تو قومی اسمبلی میں اس پر طوفان اٹھایا جاتا جس سے 1816 کے زمانے کی بدترین رجعت پرست پارلیمنٹ بھی کانوں پر ہاتھ دھرتی۔ وارسائی والے نہ صرف یہ کہ پیرس کے خلاف خون آشام جنگ چلا رہے تھے بلکہ شہر کے اندر روپیہ کھلا کر اور سازشیں کر کے بھی آدمی توڑنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ کیا ان حالات میں کمیون‘ اپنے فریضے کو دغا دیے بغیر‘ لبرل ازم یا رواداری کا وہ تکلف برت سکتا تھا جو خاص امن کے زمانے میں برتا جاتا ہے؟ اگر کمیون کی حکومت اپنی فطرت سے ویسی ہوتی جیسی تیئر کی حکومت تو پھر پیرس میں ضابطہ پارٹی کے اخباروں پر اور وارسائی میں کمیون کے اخباروں پر پابندی لگانے کی کوئی ضرورت نہ رہتی۔

''چودھریوں کی چوپال'' کا طیش میں آپے سے باہر ہونا قدرتی بات ہے کیوں کہ اس وقت جب وہ فرانس کی نجات گرجا گھروں کی طرف واپسی میں بیان کر رہے تھے ان بداعتقاد کمیون والوں نے پکپیوس کی زنانہ خانقاہ اور سینٹ لارینت (68) کے گرجا کا کچا چٹھا سنا دیا۔ کیا یہ موسیو تیئر پر کچھ کم طنز تھا کہ اس وقت جب وہ بوناپارٹ کے جنرلوں پر انعام واعزاز کے پھول برسا رہا تھا اس کمال پر کہ وہ لڑائیاں ہارنے کے فن میں ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر دستخط کرنے اور ولہلم سہوئے کے مقام پر سگرٹ موڑنے کے فن میں طاق ہو چکے ہیں‘ عین انہی دنوں کمیون اپنے جنرلوں کو فرض کی ادائیگی میں ذرا بھی بے پرواہی پر برخاست یا گرفتار کر لیتا تھا۔ کیا یہ جعلی دستاویزیں بنانے والے ژیول فاور کے منہ پر طمانچہ نہیں تھا کہ وہ ابھی تک فرانس کے وزیر خارجہ کی کرسی پر بیٹھ کر ملک کو بسمارک کے ہاتھ فروخت کر رہا تھا اور بلجیم کی ماڈل حکومت پر حکم چلا رہا تھا لیکن کمیون نے اپنی حکومت کے ایک ممبر بلانشے کو پہلے برخاست اور پھر گرفتار کر لیا صرف اس قصور میں کہ معمولی دیوالیہ پن کی وجہ سے لیون میں چھ دن کی سزا کاٹنے کے بعد وہ نام بدل کر کمیون میں شریک ہو گیا تھا۔ تاہم اس طرح جیسے پہلے کی سب حکومتیں بلا استثنا دعویدار رہا کرتی تھیں‘ کمیون نے اپنی بے گناہی کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ وہ اپنے سارے قول وفعل کا حساب پبلک میں پیش کرتا اور اپنی تمام کوتاہیوں سے لوگوں کو باخبر کیا کرتا تھا۔

ہر ایک انقلاب میں یہ ہوتا ہے کہ کھرے نمائندوں کے علاوہ دوسری قسم کے لوگ بھی سامنے آجاتے ہیں۔ ایک طرف سے ایسے لوگ جو پہلے کے انقلابوں میں شریک اور ان کے جاں نثار رہ چکے ہیں، اور موجودہ تحریک کی گہرائی کو نہ سمجھنے کے باوجود، اپنی مشہور دیانت داری اور دلیری کی بدولت یا پھر محض پرانی شہرت ومقبولیت کے سبب لوگوں میں مقبول اور بااثر ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف سے ایسے کھلاڑی جنہیں صرف گیند اچھالنے سے مطلب۔ حکومت وقت کے خلاف ایک ہی ٹھپے کے بیان دیتے دیتے وہ عوام میں صف اول کے انقلابی مشہور ہو جاتے ہیں۔ 18 مارچ کو کمیون کا اعلان ہونے کے بعد اس وضع کے لوگ بھی نمودار ہوئے اور بعض اوقات اہم ذمہ داریاں بھی انہیں سونپی گئیں۔ جس طرح اس قماش کے لوگ پہلے کے تمام انقلابوں کی پوری اٹھان میں رکاوٹیں ڈالا کرتے تھے، اس بار بھی، جہاں تک ان کا بس چلا، مزدور طبقے کی بے لاگ تحریک میں روڑے اٹکاتے رہے۔ یہ لوگ وہ خرابی ہیں جس سے کوئی چارہ نہیں۔ وقت انہیں خود ہی راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ مگر کمیون کو اتنا وقت کہاں ملا؟

کمیون نے پیرس شہر کی کایا کلپ کر دی۔ دوسری شہنشاہی کے زمانے کا یہ بدکاریوں کا اڈا غائب ہو گیا۔ فرانس کا پائے تخت اب وہ کوچہ نہ رہا جہاں برطانوی جاگیردار، آئرلینڈ کے غیر حاضر (absentee) (69) امریکہ کے پرانے بردہ فروش اور نودولتیے، روس کے سابق غلام آباد تعلقہ دار اور ولاخیا کے سردار گلے ملا کرتے تھے۔ مردہ گھر میں کہیں لاوارث لاش کا پتہ نہ تھا، راتوں کی ٹھگی ڈکیتی کا نشان نہ تھا، چوری شاید ہی کبھی ہوتی ہو۔ فروری 1848 سے اب تک پہلی بار پیرس کی سڑکوں پر سلامتی کا دور دورہ ہوا، حالانکہ پولیس کا پہرہ بھی کہیں نہیں تھا۔ کمیون کے ایک ممبر کا بیان ہے کہ:

> "ہم نے نہ تو کہیں قتل سنا، نہ چوری اور اکا دکا حملے کی واردات۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولیس، اپنے ساتھ اپنے کم ظرف دوستوں کو بھی وارا سائی لے کر چمپت ہو گئی۔"

موالی اپنے سرپرستوں کی بو سونگھتے ہوئے، خاندان، مذہب اور، سب سے بڑی بات، ذاتی ملکیت کے فراری محافظوں کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ ان کی بجائے پہلی صف صحیح معنوں میں پیرس کی ان عورتوں نے سنبھال لی جو بہت قدیم زمانے کی مثالی عورتوں کی طرح جانباز، شریف اور ایثار پسند تھیں۔ محنت میں لگا ہوا، فکروں اور لڑائیوں میں گھرا ہوا، لہو میں بھرا ہوا پیرس، جس کا ماتھا اپنے تاریخی اقدام کے گہرے احساس سے دمک رہا تھا، ان آدم خوروں کی طرف سے بے پروا ہو کر، جو شہر کی فصیل کے سامنے کھڑے تھے، تن من سے نئے سماج کی اٹھان میں لگ گیا۔

پیرس کی اس نئی دنیا کے بالکل مقابل وارسائی کی پرانی دنیا موجود تھی، تمام گئی گزری عملداریوں کے مردے کھانے والے گدھوں کی یہ منڈلی: جائز وارث والے، اور لین والے، قوم کی لاش پر جھپٹنے والے، جن کی دم میں دقیانوسی ریپبلکن اور قومی اسمبلی میں اپنی موجودگی سے بردہ فروشوں (غلام داروں) کی شورش کی تائید کرنے والے، انہیں امید تھی کہ خود پسند بوڑھے مسخرے کی سرکردگی کی بدولت وہ پارلیمنٹری ریپبلک سنبھال لے جائیں گے، یہ ٹرمے دم پوم (وہ ٹینس کورٹ جہاں 1789 کی قومی اسمبلی نے مشہور فیصلے کیئے تھے70) میں آسیب زدہ جلسے بلا کر 1789 کے واقعات کا منہ چڑانے میں لگے تھے۔ یہ قومی اسمبلی جو فرانس کی ہر ایک مردار شے کی نمائندہ تھی، اپنی زندگی کا بھرم رکھنے میں صرف لوئی بوناپارٹ کے جنرلوں کی محتاج تھی۔ پیرس محض حق، وارسائی محض باطل، اور اس باطل کی صدا لگانے والا تھا تیئر۔

تیئر نے سین اور اوآز حلقوں کے میئروں کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"آپ صاحبان میرے قول پر بھروسہ رکھیے۔ میں نے کبھی اپنا قول نہیں ہارا۔"

اس نے قومی اسمبلی سے کہا کہ "آج تک فرانس نے جتنی اسمبلیاں دیکھی ہیں، یہ اسمبلی سے زیادہ روادار اور سب سے زیادہ آزادانہ چنی ہوئی اسمبلی ہے"۔ اپنے وردی پوش فوجیوں کو تھپکا کہ "یہ فوج دنیا میں ایک معجزہ ہے، فرانس کو ایسی اچھی فوج کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔" صوبوں کو اس نے بتایا کہ "پیرس پر اس کے حکم سے گولہ باری محض ایک افسانہ ہے:

"اگر توپوں کے دہانوں نے کچھ گولے برسائے ہوں تو وارسائی کی فوج نے نہیں بلکہ شورش پسندوں نے برسائے ہوں گے، جو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ مقابلہ کر رہے ہیں، اگرچہ وہ اپنی صورتیں دکھاتے ڈرتے ہیں۔"

بعد میں اسی تیئر نے صوبوں کو اطلاع دی کہ:

"وارسائی کا توپ خانہ پیرس پر گولہ باری نہیں کر رہا ہے بلکہ صرف گولی چلا رہا ہے۔"

پیرس کے بڑے پادری (آرچ بشپ) سے اس نے کہا کہ لوگوں کو گولی سے اڑانے یا زیادتیوں (!) سے کام لینے کا وارسائی کی فوج پر بہتان لگایا جاتا ہے۔ پیرس کو مخاطب کیا کہ "شہر کو ان ظالموں کے پنجے سے آزاد کرانا" چاہتا ہے جو "نفرت انگیز ستم گر ہیں" اور یہ کہ کمیون والا پیرس "مجرموں کا ایک انبوہ ہے۔"

تیئر کی پسند کا پیرس "ہجوم عام" کا پیرس نہ تھا وہ تو نظر فریبی کا شہر تھا، frances-fileurs (71) کا شہر، سایہ دار روشوں کا شہر جن میں زردار، دولت مند، سونے میں جگمگ کرتے، مفت خورے پیرس والے مرد و زن گھومتے پھرتے

ہوں، ان خدمت گزاروں، چوراچکوں، ادبی آوارہ گردوں، اور cocottes کا پیرس، جو فی الحال وارسائی، سین دینی، روبیئے اور سین ژرمین میں بھرے ہوئے تھے اور جس کی نظر میں خانہ جنگی صرف ایک دلچسپ تفریح تھی، جو دوربینوں میں سے جنگی کارروائیوں کی جھلک دیکھتا، توپوں کی باڑھ کا حساب جوڑتا اور اپنی عزت کی اور اپنی آبرو باختہ عورتوں کی آبرو کی قسم کھا کھا کر دعوے کیا کرتا تھا کہ یہ اتنا عمدہ تماشہ چل رہا ہے کہ پورت سین مارتین کے تھیٹر میں کبھی نہیں دکھایا جاتا۔ یہاں جو مرتے تھے، وہ سچ مچ کے موت کے منہ میں جا رہے تھے، زخمیوں کی چیخیں اصلی تھیں اور پھر لطف یہ کہ نظر کے سامنے وہ ڈرامہ چل رہا تھا جس کی عالمی تاریخ کے سٹیج پر اہمیت تھی۔

یہ تھا موسیو تیئر کا پیرس، بالکل اسی طرح جیسے کوبلینٹس کی پناہ گزیں حکومت ہی موسیو دی کلون کا اصلی فرانس تھی۔

(72)

4

بردہ فروشوں نے جو سازش کی تھی کہ پروشیائی فوج کا قبضہ کرا کے پیرس کو دبالیں گے، اس کی پہلی کوشش تو یوں ناکام ہوئی کہ بسمارک نے قبضہ لینے سے انکار کر دیا۔ دوسری کوشش 18 مارچ کو کی گئی، وہ یوں تمام ہوئی کہ فوج نے شکست کھائی اور حکومت وارسائی کی طرف بھاگ نکلی، پھر اسی کے آرڈر پر انتظامی محکموں نے بھی اپنا کام چھوڑ کر وارسائی کا رخ کیا۔ پیرس سے صلح کی گفتگو کی آڑ لے کر تیئر نے اتنی مہلت حاصل کر لی جس میں پیرس سے جنگ کی پوری تیاری کر لی جائے۔ مگر فوج کہاں سے آئے؟ چھاؤنی کی رجمنٹوں میں جو تھوڑے بہت آدمی ٹھہرے تھے، شمار میں کم اور کردار میں کچے تھے۔ تیئر نے صوبوں کے نام زوردار تقاضے بھیجے کہ نیشنل گارڈ اور رضا کاروں سے وارسائی حکومت کو کمک بھیجی جائے، جواب میں صرف انکار ملا۔ لے دے کے صرف صوبہ بریتان نے مٹھی بھر شوآن (73) ‘روانہ کئے جو سفید جھنڈے تلے لڑتے تھے ہر ایک کے سینے پر سفید کپڑے سے یسوع مسیح کا دل ٹنکا ہوا تھا؛ ان کا جنگی نعرہ تھا "vive le roil" (بادشاہ سلامت، زندہ باد) اس طرح تیئر نے بھاگ دوڑ کر کے اوٹ پٹانگ وردیوں کا ایک ہجوم اکٹھا کر لیا، جس میں جہاز کے خلاصی، پیدل نیوی کے سپاہی، پاپائے روم کے زوآو (74)، والن تین کی ژنداری والے، پیئتری کے پولیس والے اور جاسوس شامل تھے۔ یہ فوج

کسی کرم کی نہ ہوتی اگر بوناپارٹ کی فوج کے سو جنگی قیدی رفتہ رفتہ اس کی صفوں میں آ کر نہ ملتے جنہیں بسمارک صرف اتنی تعداد میں چھوڑتا رہا جو ایک طرف وارسائی کی حکومت کو پروشیا کا محتاج بنا کر رکھے۔ جنگ کے دنوں میں وارسائی کی پولیس برابر ان فوجیوں پر نظر رکھتی تھی، اور ژنداری والوں کو سب سے خطرناک ٹھکانوں پر کھڑا ہونا پڑتا تھا تاکہ یہ فوج ان کے پیچھے وہاں پہنچے۔ جو قلعے ہاتھ لگے وہ بھی فتح سے نہیں خریداری سے ہاتھ لگے۔ کمیون والوں کی جاں بازی نے تیئر پر ثابت کر دیا کہ نہ تو اس کی جنگی چالوں کے کمال سے پیرس کے دانت کھٹے کئے جا سکتے ہیں، نہ ان سنگینوں کی مدد سے جو اسے میسر تھیں۔

اس عرصے میں صوبوں کے ساتھ اس کے تعلقات میں فرق آتا چلا گیا۔ وارسائی میں ایک بھی خوشنودی کا پیغام ایسا نہ پہنچا جس سے تیئر اور اس کی "چودھریوں کی چوپال" کا دل کچھ ٹھنڈا ہوتا۔ الٹے ہر طرف سے وفد اور تحریری پیغام ایسے لب ولہجہ میں چلے آ رہے تھا جس میں عزت واحترام کا شائبہ نہ تھا، اور یہ تقاضے کرتے تھے کہ پیرس سے صلح کر لینی چاہیے اس بنیاد پر کہ ریپبلک کو بے حیل وحجت تسلیم کیا جائے، کمیون کی آزادیاں مان لی جائیں اور قومی اسمبلی کو، جس کے اختیار کی میعاد گزر چکی ہے، توڑ دیا جائے۔ وفد اور خطوط اتنی بڑی تعداد میں آئے کہ تیئر کے وزیر قانون دیوفور نے وکیل سرکار کے نام 23 اپریل کے سرکلر میں یہ حکم بھیجا کہ "صلح کی پکار" کو جرم قرار دیا جائے پیرس کے مقابلے میں اپنی مہم کچی دیکھ کر تیئر نے فیصلہ کیا کہ چال بدلنی چاہئے اور 30 اپریل کو پورے فرانس میں میونسپل انتخابات کرائے جائیں۔ یہ انتخاب اس نئے قانون کی بنا پر رکھے گئے جو خود تیئر نے قومی اسمبلی کے سر تھوپا تھا۔ کچھ اپنے پریفیکٹوں کے جوڑ توڑ سے، کچھ پولیس کی دھمکیوں سے کام لے کر اسے یقین تھا کہ میونسپل انتخابات کی بدولت صوبوں سے قومی اسمبلی کو وہ اخلاقی مدد مل جائے گی جو پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی اور آخر صوبوں سے وہ مادی طاقت بھی ہاتھ آئے گی جس سے پیرس کو دبا لیا جائے۔

تیئر کی شروع سے یہ کوشش تھی کہ وہ پیرس سے جو غارت گرانہ جنگ کر رہا ہے، جس کی بڑھ بڑھ کر داد دی جاتی ہے اس کے خاص بلیٹینوں میں، اور اس کے وزیروں نے سارے فرانس میں جو دہشت کا راج قائم کرنے کی کوشش کی ہے اسی کے ساتھ صلح صفائی کا ہلکا پھلکا کھیل بھی چلتا رہے جس کے بدولت کئی کام نکل آئیں گے ایک تو یہ کہ صوبوں کو دھوکے میں رکھا جا سکے گا، دوسرے پیرس میں درمیانی طبقے کی کچھ حصے کی توند اس کی طرف کھنچے گی، اور بڑی بات یہ کہ قومی اسمبلی میں جو لوگ ریپبلکن ہونے کا بھرم رکھتے ہیں انہیں موقع ملے گا کہ پیرس سے اپنی غداری پر تیئر سے اپنی وفاداری کا پردہ ڈال سکیں۔ 21 مارچ کو جب تیئر کے پاس فوج کا بندوبست نہیں ہوا تھا اس نے قومی اسمبلی کو خطاب کر کے کہا

"چاہے جو ہو، میں پیرس پر فوج نہیں بھیجنے والا۔"

27 مارچ کو اس نے پھر آواز بلند کی:

"میں نے جب اپنا عہدہ سنبھالا تو ریپبلک کا وجود ایک حقیقت تھا۔ میں نے اس کی حفاظت کا پختہ عہد کیا ہے۔"

اصلیت یہ ہے کہ ریپبلک کے نام پر اس نے لیون اور مارسیلز مقامات پر انقلاب کو کچل ڈالا (75)۔ وہ بھی ایسے وقت جب وارسائی میں "چودھریوں کی چوپال" "ریپبلک" کے لفظ پر ہنگامہ کھڑا کر دیتی تھی۔ جب وہ اس کارنامے سے فارغ ہو چکا تو" مانی ہوئی حقیقت" (ریپبلک کا مرتبہ) اس نے مجوزہ حقیقت کہہ کر گھٹایا۔ اور لین کے وہ شہزادے، جنہیں احتیاط کے مدنظر اس نے بوردو سے ہٹا دیا تھا، انہیں چھوٹ مل گئی کہ قانون کی کھلی خلاف ورزی کر کے دریو کے مقام پر جوڑ توڑ کیا کریں۔ پیرس کے اور صوبوں کے ڈیلی گیٹوں سے بے شمار ملاقاتوں میں جو صلح کی شرطیں وہ زبان سے نکالتا تھا، چاہے ان بیانوں میں وقت اور حالات کی نسبت سے لب و لہجہ اور نشیب فراز کا کتنا ہی فرق کیوں نہ پڑے، تاہم انتقام کے معاملے میں اس حد سے کبھی نہیں گزرا کہ:

"مجرموں کے اس چھوٹے سے گروہ سے انتقام لیا جائے گا جو کلیماں تھامس اور لیکونت کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔"

البتہ یہ ضرور ملحوظ رہتا تھا کہ پیرس اور پورا فرانس بلا شرط موسیو تیئر کو ہی ریپبلک کی بہترین صورت مان لیں، ٹھیک اسی طرح جیسے خود تیئر نے 1830 میں بادشاہ لوئی فلپ کو ریپبلک کی بہترین صورت مانا تھا۔ بہرحال ان تھوڑی بہت رعایتوں کو بھی وہ یوں شبہ میں ڈال دیتا تھا کہ قومی اسمبلی کے سامنے تیئر کے وزیران بیانات یا شرائط پر سرکاری حاشیے چڑھا دیا کرتے تھا۔ صرف اس پر بس نہیں بلکہ دیوفور کے ذریعے بھی وہ اثر انداز ہوتا رہتا تھا۔ دیوفور اور لین والوں کا حامی پرانا وکیل تھا جو ہمیشہ محاصرے کے دنوں میں عدالت عالیہ کا کرسی نشین رہا تھا، آجکل کی طرح 1871 میں تیئر کے دور حکومت میں، اور 1839 میں لوئی فلپ کی بادشاہی میں، اور 1849 میں جب لوئی بوناپارٹ کی صدارت تھی تب بھی وہی سپریم کورٹ کا جج تھا۔ جب وزارت ہاتھ میں نہ ہوتی تو یہ شخص پیرس کے سرمایہ داروں کے مقدمے لڑ کر روپیہ بناتا اور پھر ان قانونوں پر حملے کر کے جو خود اسی کے دماغ کی پیداوار تھے، سیاسی مقبولیت بھی کما لیتا تھا۔ قومی اسمبلی میں تیزی سے جو ظالمانہ قانونوں کا ایک سلسلہ منظور کرا لیا گیا کہ پیرس پر غلبہ پا لینے کے بعد ان قانونوں کے ذریعے فرانس میں ریپبلکن آزادیوں کا نام و نشان

تک مٹایا جانا تھا، اس جج کی تسکین نہیں ہوئی اور آئندہ کے لئے اس نے پیرس کے لیے یہ تقدیر تجویز کی کہ کورٹ مارشل کی کار روائی چونکہ اس کے خیال سے بہت دھیرے چلتی تھی، اس لئے کارروائی کی تفصیلات کتر کر (76) ،جلاوطنی کی سزا کی نئے اندھے قانون بنا دیئے۔ 1848 کے انقلاب نے سیاسی جرائم پر سزائے موت منسوخ کر دی تھی، اس کی جگہ جلاوطنی رکھی تھی۔ لوئی بونا پارٹ کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ سزائے موت کا دور پھر سے لے آتا، وہ کم از کم اسے تحریری شکل تو نہ دے سکا۔" چودھریوں کی چوپال" میں ابھی ہمت کی کمی تھی کہ پیرس والوں کو باغی کے بجائے قاتل نہ کہہ سکے، مگر ہاں، انہوں نے پیرس سے انتقام لینے پر کمر باندھی تو جلاوطنی کے بارے میں دیوفور کے نئے قانون سے شروع کیا ان تمام حالات کے ہوتے تیئر اپنا صلح کے نامہ و پیام والا کھیل نہیں کھیل سکتا تھا اگر اس تماشے پر، اس کے اپنے منشاء کے مطابق، وہ "چودھریوں کی چوپال" دیوانگی سے چیخ پکار نہ مچاتی رہتی، جو اپنی موٹی عقل کے باعث نہ تو اس کا کھیل سمجھ رہی تھی، نہ اس دورخی پالیسی میں دکھاوے اور ٹال مٹول کی ضرورت سمجھنا اس کے بس کی بات تھی۔

30 اپریل کے میونسپل الیکشن قریب تھے، تیئر نے 27 اپریل کو صلح کا ایک منظر تیار کیا۔ جذباتی تقریروں کے سیلاب کے درمیان اس نے قومی اسمبلی کے اسٹیج سے پکار کر کہا:

"ریپبلک کے خلاف صرف ایک سازش کا وجود ہے، وہ پیرس کی سازش جو ہمیں فرانسیسی خون بہانے پر مجبور کر رہی ہے۔ لیکن میں بار بار دہراتا ہوں کہ وہ جنہوں نے ناپاک ہتھیار اٹھا رکھے ہیں، ہتھیار رکھ دیں اور ہم اپنی تعزیری تلوار فوراً روک لیں گے صلح نامہ کر لیں گے، جس سے مجرموں کی صرف ایک ٹولی کو مستثنیٰ رکھا جائے گا۔"

"چودھریوں کی چوپال" کے ممبروں نے تقریر میں شور مچایا تو اس کے جواب میں وہ بولا:

"حضرات، صاف کہیے، آپ سے پرزور درخواست ہے، بتائیے، میں نے کیا غلط کہا کیا آپ کو واقعی افسوس ہے کہ میں نے حقیقت بیان کر دی کہ مجرم صرف ایک ٹولی ہیں؟ اتنی ساری آفتوں میں، کیا یہ خوش قسمتی نہیں ہے کہ وہ جنہوں نے جنرل کلیماں تھامس اور جنرل لیکونت کے خون میں ہاتھ رنگے وہ محض گنتی کے لوگ ہیں۔"

تاہم فرانس نے تیئر کی ان تقریروں کو، جنہیں وہ یہ سمجھ کر خوش تھا کہ پارلیمنٹ کے سارے نغمے اسیر کر لیں گی، اس کان سنا، اس کان اڑا دیا۔ سات لاکھ میونسپل کونسلروں میں سے، جنہیں ان 35000 حلقوں نے چنا تھا جو فرانس کے ہاتھ میں رہ گئے تھے، جائز وارث والے، اورلین والے اور بونا پارٹ کے حامی مل کر بھی اپنے 8000 امیدوار کامیاب نہ کر

سکے۔ضمنی انتخابات نے جونتائج دکھائے وہ تیئر کی حکومت کے حق میں اور بھی برے تھے۔قومی اسمبلی نہ صرف یہ کہ صوبوں سے اتنی نشستیں نہ لے سکی جو مادی طاقت بنائے رکھنے کے لئے لازم تھیں، بلکہ اخلاقی طاقت کا آخری حق بھی کھو بیٹھی: یہ حق کہ وہ خودکوملک کی رائے عامہ کا ترجمان شمار کرے۔شکست میں جو کسر تھی وہ یوں پوری ہوئی کہ تمام فرانسیسی شہروں کی نومنتخب میونسپل کمیٹیوں نے بوردو میں جوابی اسمبلی سے وارسائی کی اسمبلی کی غاصبانہ طاقت کوکھلا چیلنج کر دیا۔

وہ وقت آ گیا جس کا انتظار بسمارک ایک زمانے سے کر رہا تھا۔حاکمانہ انداز میں اس نے تیئر سے کہا کہ اپنے مختار عام کوفرینکفرٹ روانہ کر دے تا کہ صلح نامے پر آخری دستخط ہو جائیں۔اپنے مالک کا حکم بجالانے کے لیے نہایت ادب سے تیئر نے جلدی جلدی بھروسے کے آدمی ژیول فاور کوفرینکفرٹ کی طرف رخصت کیا اور پوییئے کرتیے کواس کے ساتھ کر دیا۔ یہ شخص پوییے کرتیے روآن میں لٹھا مل کا "مشہور" مالک، دوسری شہنشاہی کا گرم، جی حضوری، حامی و مددگار، جس نے اس شہنشاہی میں بس ایک ہی خرابی دیکھی تھی کہ انگلینڈ کے ساتھ ایسا تجارتی معاہدہ(77) کر لیا جس کی زد روآن کے لٹھا مل مالک پر پڑتی تھی۔تیئر نے اسے بوردو کے دنوں میں وزیر مال مقرر کیا ہی تھا کہ اس نے انگلینڈ کے ساتھ "ناپاک" معاہدے پر حملہ شروع کر دیا اور اشاروں میں کہا کہ یہ معاہدہ عنقریب منسوخ کیا جائے گا، ڈھٹائی سے اس دھمکی کی تعمیل کی طرف بھی قدم اٹھا دیا، اگر چہ اس کی چلی نہیں (کیوں کہ بسمارک سے تو اجازت مانگی نہیں تھی)، دھمکی یہ کہ الزاس صوبے کے خلاف پرانی بندشی ڈیوٹیاں پھر جاری کر دیں، وجہ بقول اس کے یہ کہ پہلے کے کوئی انٹرنیشنل معاہدے اس ڈیوٹی کی راہ میں حائل نہیں ہوتے تھے۔یہ وہ شخص تھا جس نے انقلاب کے خلاف کارروائی کو روآن میں مزدوریاں گھٹا دینے کا ایک ذریعہ سمجھا اور فرانسیسی صوبوں کے غنیم کے ہاتھ پڑنے میں یہ گنجائش پائی کہ فرانس بھر میں اپنے مال کے دام بڑھا دیئے۔بھلا اس قماش کے آدمی کو چھوڑ کر تیئر کی نگاہ انتخاب اور کس پر پڑتی کہ ژیول فاور کا مددگار ہو کر جائے، اس کی آخری اور چوٹی کی دغابازی میں ہاتھ بٹائے؟

جب مختار عام کا حق رکھنے والی یہ عمدہ جوڑی فرینکفرٹ پہنچی تو بسمارک نے بے مروتی اور سختی سے اس کے سامنے یہ دو راستے رکھ دیئے:" یا تو شہنشاہی بحال کی جائے یا صلح کی جو شرطیں میں مقرر کروں انہیں بے چون و چرا مان لیا جائے" ان شرطوں میں یہ رکھا گیا تھا کہ تاوان جنگ بھرنے کی مدت میں جو درمیانی وقفے تھے وہ اور مختصر ہوں، اور پیرس کے قلعے پروشیائی فوج کے قبضے میں تب تک رہیں جب تک فرانس کی صورت حال سے بسمارک خوب مطمئن نہ ہو جائے۔اس طرح

پروشیا کی حیثیت فرانس کی اندرونی سیاست میں سرپنچ کی ہو جاتی!اس کے بدلے میں بسمارک نے یہ پیش کش کردی کہ بوناپارٹ کی فوج سے جو قیدی ہیں انھیں پیرس کی بربادی کی راہ پر رہا کر دیا جائے گا، بلکہ شاہ ولہلم قیصر جرمنی کی فوجیں بھی ان کی کمک کو جائیں گی۔اپنے قول کی سچائی دکھانے کو اس نے تاوان جنگ کی پہلی قسط کی ادائیگی پیرس میں " امن چین "ہونے تک ملتوی کر دی۔تیئر اور اس کے مختار عام یہ نوالہ شوق سے نگل گئے۔انہوں نے 10 مئی کو اس پر مہر تصدیق بھی لگا دی۔

صلح نامہ ہونے اور بوناپارٹ والے جنگی قیدیوں کے چھوٹ کر آنے تک تیئر کو اور بھی مجبوری تھی صلح کے نامہ و پیام کا تماشا جاری رکھنے کی، کیونکہ اس کے ریپبلکن کل پرزے ایسا بہانہ تلاش کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے جس سے پیرس میں قتل عام کی تیاری گلے اتر سکے۔8 مئی کو تیئر نے درمیانی طبقے کے صلح پسندوں کے ایک وفد سے گفتگو میں کہا:

"جیسے ہی شورش پسند (insurgents) (78) ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو جائیں گے، پیرس کے پھاٹک ہفتہ بھر کے لئے سب پر کھول دیئے جائیں گے،سوائے ان کے جنہوں نے جنرل کلیماں تھامس اور لیکونت کے خون میں ہاتھ رنگے ہیں۔

"چندروز بعد جب" چودھریوں کی چوپال" نے اس سے جواب طلب کیا کہ یہ وعدہ کس بنا پر کیا گیا تو وہ جواب دینے سے کترایا لیکن پھر بھی یہ معنی خیز جملے کہہ گیا:

"میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کے درمیان بڑے بے صبرے لوگ ہیں جنہیں ہر بات کی جلدی پڑی ہے۔اور ذرا ہفتہ بھر صبر سے کام لیں۔ایک ہفتے بعد کوئی خطرہ نہیں رہ جائے گا۔اور جو کام انجام پانا ہے وہ ان کی سر فروشی اور صلاحیت کے مطابق انجام پائے گا۔"

جیسے ہی میک موہن نے اسے یقین دلایا کہ وہ پیرس کے اندر فوج بڑھا سکتا ہے،تیئر نے قومی اسمبلی کو خبر دی کہ " پیرس میں قدم رکھتے وقت قانون ہمارے ہاتھ میں ہوگا اور ان رذیلوں کو مجبور کیا جائے گا جنہوں نے سپاہیوں کا خون بہایا اور قومی یادگاروں کو ڈھایا ہے کہ اپنے جرائم کی پوری سزا بھگتیں۔

فیصلہ کن لمحہ قریب آتا دکھائی دیا تو اس نے قومی اسمبلی سے کہا کہ "میں معاف نہیں کرنے والا۔" پیرس سے کہا کہ سزا کا فیصلہ سنایا جا چکا اور بوناپارٹ والے ڈاکوؤں کو بتایا کہ حکومت کی طرف سے عام اجازت ہے، جتنا چاہیں، پیرس سے

انتقام لے لیں ۔آخر 21 مئی کو جب دغا سے پیرس کے پھاٹک جنرل دوئے پر کھل گئے تو دوسرے دن تیئر نے ''چودھریوں کی چوپال'' پر اپنے صلح والے تماشے کی وہ ''غرض'' بھی کھول دی، جس سے انہوں نے اپنی عقل وفہم کے درواز ے سختی سے بند کرر کھے تھے۔

''میں آپ صاحبان کو چندروز پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کے قریب پہنچنے والے ہیں۔آج یہ بتانے آیا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔ضابطہ،انصاف اور تہذیب نے بالآخر فتح پائی۔،،

ہاں، فتح تو ہوگئی۔ بورژوازی وضع کے تہذیب وانصاف اپنے اصلی اور بدطینت رنگ میں سامنے آجاتے ہیں جب اس کے بندے،اس کے روندے ہوئے مالکوں کے خلاف سر اٹھاتے ہیں۔ یہ تہذیب اور یہ انصاف بے نقاب ہوکر درندگی اور بے لگام انتقام کے روپ میں نکل پڑتا ہے۔دولت پیدا کرنے والے اور دولت ہتھیا لینے والے طبقوں کے درمیان جنگ چھڑتی ہے تو ہر بار نازک لمحہ آتے ہی یہ حقیقت اور بھی نظروں پر روشن ہوجاتی ہے۔ جون 1848 میں بورژوازی نے ستم تو ڑے تھے 1871 کے انہوں نے مظالم ان سے کہیں بڑھ گئے۔پیرس میں وارسائی فوج کے داخل ہوجانے کے بعد آٹھ دن تک شہر کی آبادی نے ،مردوں،عورتوں اور بچوں نے جس جگرداری اور سرفروشی سے مقابلہ کیا، وہ بھی ان کے مقصد کی عظمت کا اسی طرح جلوہ دکھاتی ہے جیسے فوج کی درندگی اس تہذیب کی روح کا پتہ دیتی ہے جس تہذیب کی طرف سے کرائے کے ٹٹو اور انتقامی بن کر یہ فوجی نکلے تھے۔واقعی کیسی شاندار تہذیب ہے یہ، جسے اس مشکل کا سامنا ہے کہ ان لوگوں کی لاشوں کے ڈھیر کہاں ٹھکانے لگائے جولڑائی ختم ہونے کے بعد مارے گئے ہیں!

تیئر اور اس کے خونی کتوں کے کرتوت کی اگر کوئی مثال دیکھنی ہو تو روم قدیم کے سولا والے اور بعد کے دو فوجی ڈکٹیٹری دور میں مل سکتی ہے(79)۔اب بھی ویسا ہی بے تحاشا قتل عام ہوا؛ اب بھی جلادوں نے ویسے ہی نہ مرد عورت کی تمیز کی،نہ بوڑھے بچے کی؛ اب بھی قیدیوں کو اسی طرح اذیت دی گئی،اب بھی زندگی عذاب کردی گئی،مگر اس بار پورا ایک طبقہ اس کا شکار تھا،اب بھی چھپے ہوئے لیڈروں کی تلاش میں درندگی کا برتاؤ تھا کہ کوئی بچ کر نکلنے نہ پائے،اب بھی سیاسی اور ذاتی دونوں دشمن عتاب میں آئے،اب بھی ان لوگوں کے ساتھ آنکھ بند کرکے وہی درندگی برتی گئی جن کو اس لڑائی سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔فرق صرف اتنا ہے کہ تب روم والوں کے پاس نہ تو مترالیوز تھیں کہ پورے پورے ہجوم کو ایک باڑھ میں مار کر گرا دیا جائے،نہ ہاتھوں میں قانون،اور نہ زبان پر "تہذیب"۔

جب یہ سارے ہولناک مظالم توڑے جا چکے تو بورژوا تہذیب کا اور زیادہ گندا رخ بھی دیکھنے کے قابل تھا جو خود اسی کے پریس نے بیان کیا ہے!

لندن کے ایک قدامت پسند اخبار کا نامہ نگار پیرس سے لکھتا ہے:

"ابھی دور دور سے گولی چلنے کی آوازیں آ رہی ہیں، زخمی جو اپنے حال پر چھوڑ دیئے گئے، پیرلاشیز کے قبرستان میں قبروں کے درمیان مرتے جا رہے ہیں، 6000 شورش پسند دہشت اور بدحواسی میں زمین دوز بھول بھلیوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں، سڑکوں پر ان بدنصیبوں کے ہجوم ہنکائے جاتے ہیں تا کہ مترالیوز سے انہیں ایک ساتھ توپ دم کر دیا جائے۔ ایسے وقت یہ دیکھ کر دل پر چوٹ لگتی ہے کہ تاش، بلیرڈ اور ڈومینو کے شوقینوں سے چائے خانے بھرے ہوئے ہیں۔ اور بنی ٹھنی عورتیں بے حیائی سے سایہ دار روشوں میں ٹہلتی پھر رہی ہیں، اور بیش قیمت ریستورانوں کے پرائیویٹ کمروں سے رنگ رلیوں کی صدائیں بلند ہو کر رات کا سناٹا توڑتی رہتی ہیں۔"

مسٹر ایڈورڈ ھروے (80)Journal de Paris وارسائی اخبار میں جو کمیون نے بند کر دیا تھا، لکھتے ہیں:

"پیرس کی آبادی (کونسی!) نے جس رنگ میں کل اپنی خوشی کا اظہار کیا، اور جو واقعی آپے سے باہر ہونے سے بھی کچھ سوا تھا، اندیشہ ہے کہ وہ اور بھی بدتر نہ ہو جائے۔ پیرس میں جشن کا منظر ہے جو کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ اگر ہمیں اپنے آپ کو زوال آمادہ پیرس والے (Parisiens de la de'cadence) نہیں کہلانا ہے تو اس سلسلے کو بند کر دینا ضروری ہے۔"

آگے چل کر وہ تاسیت سے ایک اقتباس دیتا ہے:

"ابھی یہ ہولناک جنگ ختم ہونے بھی نہ پائی تھی کہ دوسری صبح کو پنچ اور بدچلن روم نے پھر عیاشی کی اسی دلدل میں خود کو ڈال دیا جس نے اس کا بدن کھا لیا تھا اور روح کو گندگی میں سان دیا تھا۔ alibi proelia vulnera,

alibi balaneae popinaeque

(یہاں زخم اور شمشیریں، وہاں عشرت کی تدبیریں)"

مسٹر ایڈورڈ ھروے یہ بتانا بھول گئے کہ جسے وہ ''پیرس کی آبادی،، کہہ رہے ہیں، وہ موسیو تیئر کے پیرس کی آبادی ہے، فراری فرانسیسیوں کا وہ پیرس، جو وارسائی، سین دینی، روییئے اور سین ژرمین کے مقامات سے ہجوم کر کے ادھر ڈھل

رہا ہے، یہ واقعی ''زوال آمادہ،، پیرس ہے۔ یہ مجرمانہ تہذیب، جس کی بنیاد محنت کو مطیع رکھنے پر ہے، ہر بار جب خون بہا کر فتح کے شادیانے بجاتی ہے تو نئے اور بہتر سماج کی خاطر جان قربان کرنے والے اپنے ان مقتولوں کی چیخوں کا گلا گھونٹ دیتی ہے اس زہریلے گالی کوسنے کے شور سے جو دنیا کے گوشے گوشے میں گونجنے لگتا ہے۔ مزدوروں کا متین پیرس، کمیون کا پیرس ایک دم بدل کر "ضابطے" کے ان خونی کتوں کے شور قیامت سے جہنم بن گیا۔ یہ طلسماتی تبدیلی تمام ملکوں کے سرمایہ دارانہ دماغ کو کیسی لگتی ہے؟ یہی نا کہ پیرس کمیون نے تہذیب وتمدن کے خلاف سازش کی تھی: پیرس والے تو کمیون کی خاطر جانیں ہتھیلی پر رکھ کر نکلے: تاریخ میں کسی ایسے معرکے کا ذکر نہیں آیا جس میں اتنے لوگوں نے خود کو قربان کیا ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی نا کہ کمیون اصل میں عوام کا راج نہیں تھا بلکہ مٹھی بھر مجرموں نے زبردستی طاقت چھین لی تھی: پیرس کی عورتیں راستے کی رکاوٹوں (بیری کیڈوں) پر اور پھانسی کے تختوں پر خوشی خوشی اپنی زندگی قربان کرتی ہیں۔ اس سے کیا نکلتا ہے؟ یہی نہ کہ کمیون کے راکھشس نے انہیں جادو کے زور سے ڈائن بنا دیا تھا۔ کمیون کو دو مہینے تک جب سیاہ وسفید کا اختیار حاصل تھا ایسی رواداری دکھائی جس کی مثال شہر کے بچاؤ میں جانبازانہ مردانگی سے ہی مل سکتی ہے۔ آخر اس کے کیا معنی ہیں؟ صرف یہی کہ دو مہینے تک کمیون نے اپنی شیطانی خوں آشامی کو رواداری اور انسانیت کے پردے میں چھپائے رکھا تاکہ نزع کے عالم میں اسے خوب کھل کھیلنے کا موقع مل جائے!

مزدوروں کے پیرس نے، جب خود کو سرفروشی کی آگ میں جھونکا تو شہر کی عمارتوں اور یادگاروں کو بھی شعلوں کی لپیٹ میں لے لیا۔ شہر کے حاکم جب پرولتاریوں کے زندہ جسم کے چیتھڑے اڑا رہے ہوں تو یہ امید کیوں رکھیں کہ ان کے مکان صحیح سلامت رہیں گے اور وہ شان سے ان میں واپس پہنچیں گے۔ وارسائی حکومت چیختی ہے کہ یہ "آتش زنی" تھی، اور چپکے سے اپنے حوالی موالی کے کان میں دور افتادہ بستی تک یہ پھونک دیتی ہے کہ "میرے دشمن جہاں بھی ہاتھ آئیں، چھوڑو مت، آگ لگانے والے مجرام کا برتاؤ کرو"۔ ساری دنیا کی بورژوازی اس پر تو بغلیں بجاتی ہے کہ لڑائی کے بعد شکست خوردہ لوگوں کا قتل عام ہوا، لیکن اس بات پر غصے سے تڑپ اٹھتی ہے کہ مکانوں کی اینٹیں اور پلاسٹر کی صورت" بگڑ گئی"۔

جب خود حکومتیں اپنے جنگی بیڑے کو سرکاری اجازت دیں کہ "مار ڈالو" اور پھونک دو، اور مٹا دو، تو یہ آگ لگانے کی کھلی چھٹی ہے یا نہیں؟ جب انگریز فوجیوں نے واشنگٹن میں کیپٹول کی عمارت کو حماقت سے پھونک ڈالا اور چینی شہنشاہ کے گرما محل کو آگ لگائی (81) تو یہ "آتش زنی" تھی یا نہیں؟ جب تیئر چھ ہفتے تک برابر پیرس پر گولہ باری کرتا رہا اور یقین

دلاتا رہا کہ صرف ان مکانوں کو پھونکنا چاہتا ہے جن میں لوگ بھرے ہیں، تو یہ آتش زنی تھی یا نہیں؟ جنگ میں آگ بھی اتنا ہی جائز ہتھیار رہے جتنے اور ہتھیار۔ جن عمارتوں میں دشمن کا ڈیرا ہوا نہیں آگ لگانے کے لئے گولوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور جب دفاع کرنے والوں کو یہ عمارتین چھوڑنی پڑتی ہیں تو وہ خود ہی آگ لگا کر ہٹتے ہیں تاکہ حملہ آور ان میں قدم نہ جما سکے۔ لڑائی کے وقت جو عمارتیں مورچے کے سامنے پڑتی ہیں، چاہے کوئی بھی باقاعدہ فوج ہو، ان عمارتوں کی تقدیر میں جلنا لکھا ہے۔ یہ سب سہی، لیکن ایک ایسی لڑائی میں، جہاں بندے اپنے ظالم آقاؤں کے خلاف اٹھے تھے، تاریخ میں وہ تنہا جنگ جو برحق تھی، آگ لگانے کا یہ عمل سنگین جرم قرار دیا گیا! کمیون نے آگ سے، صحیح معنوں میں، اپنے بچاؤ کا کام لیا۔ اس نے بلڈنگوں کو آگ لگا کر ایک رکاوٹ کھڑی کی تاکہ وارسائی فوجیں ان لمبی اور سیدھی سڑکوں میں نہ گھس پڑیں جو ہاؤسمان نے خاص طور سے توپ خانے کی زد پر رکھنے کے لئے بنوائی تھیں۔ انہوں نے پیچھے ہٹتے وقت شعلوں سے ایک آڑ کھڑی کی، اس طرح جیسے وارسائی والوں نے آگے بڑھتے وقت گولوں کی آڑ بنائی اور ان گولوں سے کم از کم اتنی ہی عمارتیں برباد ہوئیں جتنی کمیون کی آگ سے۔ آج تک اس قضیے کا فیصلہ نہیں ہوسکا کہ کون سی عمارتیں بچاؤ کی وجہ سے جل گئیں اور کون سی حملے کے سبب۔ بچاؤ کرنے والوں نے آگ لگانا تب شروع کیا جب وارسائی کی فوجیں قیدیوں کا بے تحاشا قتل عام شروع کر چکی تھیں۔ پھر کمیون تو بہت پہلے یہ کھلا نوٹس دے چکا تھا کہ اگر انتہائی مجبور کیا گیا تو وہ خود کو پیرس کے راکھ کے ڈھیر میں دفن کر لیں گے اور پیرس کو دوسرا ماسکو بنا ڈالیں گے۔ (82) یہ وہی نوٹس تھا جو ڈیفنس کی حکومت بھی پہلے دے چکی تھی، لیکن صرف اپنی غداری کا پردہ رکھنے کے لئے۔ اس غرض سے جنرل تروشیو نے مٹی کے تیل کا ذخیرہ بھی کر رکھا تھا۔ کمیون کو خوب معلوم تھا کہ اس کے دشمنوں کی نظر میں پیرس والوں کی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں، البتہ پیرس میں اپنے مکانات بہت عزیز ہیں۔ اور تیئر اپنے طور پر اعلان کر چکا تھا کہ انتقام لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔ جب ایک طرف سے اس کی فوج لڑائی پر کمربستہ ہو چکی اور دوسری طرف سے پروشیا والوں نے باہر نکلنے کے سب راستے بند کر دیئے تو تیئر نے پکار کر کہا: میں رحم کرنے والا نہیں! حساب بے باق ہونا چاہئے اور سزا سخت!" اگر پیرس کے مزدوروں نے وحشیانہ حرکت کی بھی تو یہ اپنے بچاؤ کی آس چھوڑ دینے والے کی وحشیانہ حرکت کی تھی، فاتحانہ شان سے بڑھنے والے کی وحشیانہ حرکت نہیں، جیسی کہ ان عیسائیوں سے سرزد ہوئی جنہوں نے قدیم بت پرست دنیا کے آرٹ کے واقعی بے بہا خزانے تباہ کر دیئے۔ شاید مورخ اس وحشیانہ تباہ کاری کو بھی جائز قرار دے کیونکہ نئے اٹھتے ہوئے سماج اور پرانے ٹوٹتے ہوئے سماج کے درمیان جو زبردست ٹکر ہوئی، اس

میں یہ ایک ناگزیرنقصان اورنسبتاً چھوٹی سی بات ہے۔ پیرس کے مزدوروں نے جو بھی کیا ہووہ ہاؤسمان کی اس وحشیانہ حرکت کے مقابلے میں کم ہے کہ تاریخی پیرس کو ڈھا کر اس نے سیلانیوں کے پیرس کے لئے جگہ بنائی تھی۔

کمیون نے صرف ضمانت میں پکڑے ہوئے 64 آدمیوں کو گولی سے اڑادیا جن میں پیرس کا اسقف اعظم تھا۔ بورژوازی اور اس کی فوج نے جون 1848 میں وہ رواج پھر سے چلا دیا جو ایک زمانہ پہلے جنگی کاروائی سے دور کیا جا چکا تھا، یعنی بے بس قیدیوں کو گولی سے اڑانا۔ یہ ظالمانہ رواج تبھی سے کم وبیش سختی کے ساتھ برتا جا رہا ہے، اور یورپ اور ہندستان میں عوام کی شورشوں کو دبانے والے اسے برت رہے ہیں، اور اس طرح دنیا کو دکھا رہے ہیں کہ "تہذیب کی ترقی" میں یہ بھی واقعی شامل ہے! ادھر پروشیا والوں نے فرانس میں ضمانت کے آدمی (یرغمال) پکڑنے کا رواج پھر جاری کر دیا۔ یعنی بے قصور لوگوں کو پکڑ لینا جو اپنی زندگی سے دوسروں کے کئے کا بھگتان بھریں۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، تیئر نے لڑائی کے شروع سے ہی یہ انسانی وطیرہ اختیار کیا کہ کمیون کے جو آدمی قید ہوں انہیں گولی ماردی جائے، تو کمیون کو بھی ان قیدیوں کی جان بچانے کے لئے مجبوراً پروشیائی رواج اپنانا پڑا کہ یرغمال میں آدمی پکڑ لئے جائیں۔ تب بھی وارسائی کی حکومت باز نہ آئی اور بار بار قیدکوں کو گولی مار کر اس نے خود ہی اپنے آدمیوں کو موت کے منہ میں ڈال دیا؛ ان لوگوں کی زندگی پر کہاں تک ترس کھایا جاتا اس خونی ہولی کے بعد جو میک موہن کے پری ٹورین فوجیوں (83) نے پیرس میں قدم رکھتے ہی منائی۔ بورژوا حکومت کی بے لگام درندگی سے بچنے کا یہ آخری حیلہ، کہ یرغمال میں آدمی پکڑے جائیں۔ کیا یہ بھی محض مذاق ہی رہنے دیا جاتا؟ اسقف اعظم دربوئی کا اصلی قاتل کون ہے؟ تیئر۔ کمیون نے تو اپنی طرف سے کئی بار پیش کش کی کہ اسقف اعظم اور دوسرے بڑے پادریوں کو صرف ایک شخص بلانکی کے تبادلے میں لے لیا جائے جو تیئر کے ہاتھوں قید تھا۔ لیکن تیئر سختی سے تبادلے کو رد کرتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر بلانکی کو چھوڑا تو کمیون کو دماغ بخشا، اور یہ کہ بڑا پادری زیادہ کارآمد رہے گا اگر مردہ حالت میں ملے۔ اس موقع پر تیئر نے جنرل کوے نیاک کی نقل کی۔ جون 1848 میں کوے نیاک اور اس کے "ضابطہ پسندوں" نے کیا ہائے واویلا مچائی تھی اور شورش پسندوں پر الزام لگائے تھے کہ انہوں نے اسقف اعظم آفرے کو قتل کر ڈالا، حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ قاتل خود ضابطہ پارٹی کے سپاہی تھے۔ موسیو ژاکے، جو بڑے پادری کا نائب اعظم تھا اور چشم دید گواہ تھا، اس نے واردات کے فوراً بعد اس واقعے کی گواہی پیش کردی۔

ضابطہ پارٹی نے خود جتنی بھی خوں ریزی کی ہو، لیکن اپنے مقتولوں پر الزامات کا اس قدر طومار باندھا ہے کہ اسے

دیکھ کر صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ آج کل کے بورژوا اپنے آپ کو پہلے کے جاگیرداروں کا جائز وارث سمجھتے ہیں جن کا خیال تھا کہ عام آدمی پر ہر قسم کا ہتھیار آزمانا ان کا حق ہے، لیکن عام آدمی کے ہاتھ میں کسی قسم کا ہتھیار آنا جرم ہے۔

حکمراں طبقے نے انقلاب کے خلاف جو سازش رچی تھی کہ اسے خانہ جنگی کی مدد سے، اور غیر ملکی فاتحوں کی سرپرستی میں کچل ڈالیں، وہ سازش جو 4 ستمبر سے برابر اس وقت تک چلتی رہی جب میک موھن کے خاص پری ٹورین دستے سین کلو کے پھاٹک میں داخل ہوئے، وہ سازش پیرس میں خونی ہنگامے پر تمام ہوئی، بسمارک اجڑے ہوئے پیرس کے منظر سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور غالبًا اسے بڑے بڑے شہروں کی عام تباہی و بربادی کا پیش خیمہ سمجھتا ہے، جس کے وہ ان دنوں خواب دیکھا کرتا تھا جب صرف معمولی سا تعلقہ دار تھا اور 1849 کے پروشیائی Chambre introuvable (انوکھے دربار) کا ممبر چنا گیا تھا (84)۔ وہ پیرس کے پرولتاریوں کی لاشیں دیکھ کر دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ اسے دونوں لطف حاصل ہوئے ہیں۔ صرف انقلاب کی بیخ کنی نہیں بلکہ فرانس کی بربادی بھی، جو واقعی اب بے سر ہو کر رہ گیا اور وہ بھی فوج فرانسیسی حکومت کے ہاتھوں۔ کامیاب سیاستدانوں کی طرح بسمارک جیسے بے تہہ آدمی کو اس حیرت انگیز تاریخی واقعے کا صرف ظاہری پہلو نظر آتا ہے۔ کیا آج تک تاریخ کی نظر سے ایسا کوئی فاتح گزرا ہے جو اپنی فتح کا سہرا بند ہوا، صرف سیاسی پولیس والے کے رول میں نہیں بلکہ مفتوح حکومت کے ہاتھ تلے کرائے کا جلاد بن کر؟ پروشیا اور کمیون میں کوئی جنگ نہیں تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف کمیون میں کوئی جنگ نہیں تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف کمیون نے صلح کی مجوزہ شرطیں مان لی تھیں اور پروشیا نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا تھا۔ مطلب یہ کہ پروشیا اس جنگ میں فریق نہیں تھا۔ اس نے ایک گھٹیا جلاد کی سی حرکت کی کہ خود تو کوئی خطرہ مول نہیں لیا اور برتاؤ کرائے کے جلاد کا سا کیا کیونکہ پہلے سے یہ شرط طے کر لی کہ پیرس ٹوٹے گا تو پچاس کروڑ کی رقم وصول ہوگی، یہ جلادی کی خونی قیمت ٹھہری۔ اسی میں جنگ کی اصلی فطرت کھل گئی کہ یہ قہر خداوندی نازل ہوا تھا بے دین اور بدچلن فرانس کو خدا ترس اور نہایت نیک چلن جرمنی کے ہاتھوں سزا دلوانے کے لئے۔ یہ انٹرنیشنل قانون کی خلاف ورزی، جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اور جسے پرانی دنیا کا قانون دان بھی قانون کی خلاف ورزی ہی کہتا، بجائے اس کے کہ یورپ کی "مہذب" قوموں کی زبانی یہ اعلان کراتی کہ مجرمانہ پروشیائی حکومت، جو کسی زمانے میں سینٹ پیٹرسبرگ کی وزارت کے ہاتھوں میں کھیلتی رہی، اب قانون کے حد سے باہر کی جاتی ہے، الٹا ان قوموں کو یہ مسئلہ زیر بحث لانے کا بہانہ دے گئی کہ وہ چند مظلوم جو پیرس کے ڈبل گھیرے سے جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں انہیں

وارسائی جلادوں کے سپرد کیوں نہ کر دیا جائے!

نئے دور کی سب سے خوفناک جنگ کے بعد غالب اور مغلوب دونوں فوجیں ہاتھ ملاتی ہیں صرف اس لیے کہ مل کر پرولتاریوں کا صفایا کر دیں۔ اس انہونے واقعے سے، جیسا کہ بسمارک نے سوچا، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نیا سماج، جو اپنی راہ بنا رہا تھا، آخری شکست کھا کر رہ گیا، نہیں اس سے تو پرانے بورژوا سماج کا شیرازہ پوری طرح بکھرنے کی حقیقت کھلتی ہے۔ پرانا سماج جو اپنا سب سے اونچا کارنامہ انجام دینے کے قابل تھا، وہ ہے قومی جنگ اور قومی جنگ اب حکومت کی صرف ایسے چال ثابت ہو چکی ہے جس کی غرض آخر میں یہ نکلتی ہے کہ طبقاتی کشمکش کو زیادہ سے زیادہ عرصے کے لئے ٹال دیا جائے۔ جوں ہی طبقاتی کشمکش پھوٹ پڑتی ہے اور اس سے خانہ جنگی کے شعلے اٹھنے لگتے ہیں، حکومت کی چال بھسم ہو کر رہ جاتی ہے۔ طبقاتی غلبے کو اب قومی وردی کا بھیس بدل کر چھپایا نہیں جا سکتا۔ پرولتاریہ کے خلاف قومی حکومتیں سب ایک ہوتی ہیں۔

1871 کے اس یادگار دن (whit.sunday) کے بعد فرانس کے مزدوروں اور ان کی محنت کے پیداوار ہتھیا لینے والوں کے درمیان نہ تو امن ہو سکتا ہے، نہ صلح ممکن ہے۔ کرائے کے فوجیوں کا فولادی ہاتھ کچھ عرصے کے لئے شاید دونوں طبقوں کو دبا لینے میں کامیاب رہے، لیکن ان کی کشمکش پھر گرم ہو کر رہے گی، اس کی شدت بڑھتی جائے گی اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ آخر کار دونوں میں سے کون فتحیاب ہوگا: تھوڑے سے دولت ہتھیا لینے والے یا وہ بے حساب اکثریت رکھنے والے جو محنت کرتے ہیں۔ فرانسیسی مزدور طبقہ آج کے تمام پرولتاریہ کا ایک ہراول دستہ ہے۔ یورپ کی حکومتیں پیرس کے سامنے یہ جتا رہی ہیں کہ طبقاتی حکمرانی کا ایک انٹرنیشنل کردار ہے اور خود دنیا کے سامنے واویلا مچائے ہوئے ہیں کے انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن ہی سارے فتنہ فساد کی جڑ ہے۔ یعنی محنت کی وہ بین الاقوامی انجمن جو سرمائے کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی سازش کے خلاف بنی ہے۔ تیئر اس تنظیم پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ وہ لیبر کے سر پر سوار ہے، اور لیبر کے سر کا بوجھ اتارنے کی دعویدار ہے۔ پی کار نے حکم جاری کیا ہے کہ انٹرنیشنل کے فرانسیسی ممبروں اور دوسرے ملکوں کے ممبروں میں کوئی تعلق رہنے نہ پائے۔ کاؤنٹ ژوبر نے، جو 1830 سے تیئر کا بے زبان دم چھلا بنا ہوا ہے، اعلان کیا کہ تمام متمدن ملکوں میں ہر ایک حکومت کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ انٹرنیشنل کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکے۔ "چودہریوں کی چوپال" الگ اس پر چیخ پکار کر رہی ہے اور یورپ کے اخبار اس کے سر میں سر ملا رہے ہیں۔ صرف ایک ایسا قابل قدر فرانسیسی ادیب ہے، (غالباً یہ روبینے تھا۔) جسے ہماری انجمن سے دور کا بھی واسطہ نہیں، تاہم وہ اس کے بارے میں لکھتا ہے:

" نیشنل گارڈ کی مرکزی کمیٹی کے ممبر اور کمیون کے ممبروں میں بیشتر لوگ سب سے باعمل، صاف ذہن اور متحرک دماغ تھے انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے ... یہ لوگ بے شک ایماندار، کھرے، عقلمند، ایثار پیشہ سرفروش، سچے اور اچھے معنوں میں عقیدے کے پکے لوگ تھے۔"

بورژوا ذہن، جسے پولیس نے بھر رکھا ہے، انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کو اس کے سوا اور کیا سمجھے گا یہ کوئی خفیہ سازشیوں کی جماعت ہے جس کی مرکزی لیڈر شپ وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں بغاوت کے شعلے بھڑکایا کرتی ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ہماری یہ انجمن ایک انٹرنیشنل انجمن ہے جو متمدن دنیا کے مختلف ملکوں کے سب سے ترقی یافتہ مزدوروں کا رشتہ جوڑتی ہے۔ چاہے کہیں، اور کیسے ہی حالات میں طبقاتی جدوجہد کیوں نہ اٹھے، اور وہ چاہے کوئی بھی شکل اختیار کرے، قدرتی بات ہے کہ ہماری انجمن کے لوگ اس میں سب سے آگے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ زمین جس پر ہماری یہ انجمن جڑ پکڑتی اور اگتی ہے وہ خود آج کا سماج ہے۔

چاہے کتنا ہی لہو بہا دیا جائے، اس انجمن کو جڑ بنیاد سے نکال پھینکنا ممکن نہیں۔ اس کو جڑ سے نکال پھینکنا ہے تو حکومتوں کو چاہئے کہ محنت پر سرمائے کے جابرانہ اقتدار کا جڑ بنیاد سے کا خاتمہ کر دیں، یعنی خود اپنے مفت کورے وجود کی بنیاد ہی نکال کر پھینک دیں۔

مزدوروں کا پیرس اپنے کمیون سمیت نئے سماج کے شاندار نقیب کے حیثیت سے ہمیشہ سر بلند رہے گا۔ اس کے شہیدوں نے مزدور طبقے کے بڑے دل میں ایسی جگہ بنائی ہے کہ امر رہیں گے۔ اور جلادوں کو تاریخ نے اس شرمناک ستون میں ٹھونکنے کے لئے تیار کر دیا ہے جہاں سے نکالنے میں اس کے پادریوں کی ساری دعائیں بھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔

نوٹس NOTES

اول

" قیدیوں کا دستہ ایوے نیو اوریک میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ چار یا پانچ کی قطار میں سڑک کی طرف منہ کر کے فٹ پاتھ پر کھڑے ہوگئے۔ جنرل مارکوئی دی گیلی فے اور اس کا اسٹاف گھوڑوں سے اتر پڑا اور لائن کے بائیں طرف سے معائنہ شروع کیا۔ جنرل آہستہ آہستہ بڑھتا اور صفوں پر نظر ڈالتا جاتا تھا۔ چند قدم چل کر ٹھہرتا، سامنے کے آدمی کا کندھا تھپکتا یا کسی کو پیچھے والی قطار سے باہر نکلنے کا اشارہ کرتا۔ اکثر ایسا ہوا کہ کہنے سننے کی نوبت نہیں آئی اور آدمی کو باہر نکال کر سڑک کے بیچوں بیچ

تک مارچ کرایا گیا۔اور وہاں ذرا دیر میں ایک چھوٹا سا دستہ اور بن گیا... ظاہر بات تھی کہ غلطی کی کافی گنجائش رہ گئی۔ایک سوار افسر نے جنرل گیلی کو ایک مرد اور عورت کی جانب کسی خاص جرم کے سلسلے میں متوجہ کیا۔عورت صفوں سے باہر لپکی اور کے انداز میں اپنی بے گناہی کا رونا رونے لگی۔ جنرل ذرا دیر تھما اور روکھے پن سے، کسی تاثر کا اظہار کئے بغیر بولا "مادام، میں پیرس کے ہر ایک تھیٹر میں جا چکا ہوں، مجھ پر آپ کی ایکٹنگ کا کوئی اثر نہیں ہونے والا"....

اس روز کسی شخص کا اپنے ساتھ والوں سے ذرا لمبا، ذرا میلا، ذرا صاف نظر آنا، ذرا عمر رسیدہ، ذرا بدصورت نظر آنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ایک شخص خاص طور سے میری آنکھوں میں چبھ کر رہ گیا کہ ٹوٹی ہوئی ناک کی وجہ سے اس کو دنیائے فانی کی مصیبتوں سے جلدی چھٹکارا مل گیا.....

غرض اس طرح سو سے اوپر آدمی چھانٹ لئے گئے اور ایک فائرنگ دستے کو ان کے ساتھ کر دیا گیا۔قیدیوں کا دستہ انہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ چند منٹ گزرے ہوں گے کہ پیچھے سے گولیوں کی باڑھ چلنے کی آواز سنائی دی اور کوئی پندرہ منٹ چلتی رہی۔ یہ تھی سزائے موت ان بدنصیبوں کی، جنہیں کھڑے کھڑے مجرم قرار دیا گیا تھا۔" (اخبار Daily 141 news کے نمائندہ مقیم پیرس سے۔8 جون 1871

یہی تھا وہ گیلی فے "اپنی اس بیوی کا رکھیل، جو دوسری شہنشاہی کی رنگ رلیوں میں بے حیائی کی حرکتوں کی وجہ سے بہت نام کما چکی تھی" جسے جنگ کے زمانے میں لوگ فرانس کا "افسر پستول" کہا کرتے تھے۔

"temps(86) جو ایک محتاط رسالہ ہے اور سنسنی خیزی میں مبتلا نہیں ہوتا، ان لوگوں کی خوفناک داستان سناتا ہے جو گولی سے ادھ موئے چھوڑے گئے اور جان نکلنے سے پہلے دفن کر دئے گئے۔سین ژاک لابوشری کے گرد جو چوک ہے اس میں بہت سے لوگوں کو زمین میں دبایا، کچھ اچھی طرح نہیں دبے۔دن کے وقت سڑکوں کی چہل پہل میں کسی کی توجہ ادھر نہ گئی۔لیکن جب رات کا سناٹا ہوا تو آس پاس کے مکانوں کے باشندے کراہیں سن کر چونک اٹھے۔اور صبح کے وقت زمین سے ایک ہاتھ باہر نکلا دیکھا جس کی مٹھی بھینچی ہوئی تھی۔نتیجہ یہ کہ اس جگہ سے لاشیں نکالنے کا حکم ہوا۔ مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ بہت سے زخمی زندہ ہی مٹی میں دبائے گئے ہیں۔ایک واقعے کا تو مجھے قطعی علم ہے۔جب برنیل کو اس کی داشتہ سمیت 24 تاریخ کو وینڈوم میدان کے ایک مکان کے احاطے میں گولی ماری گئی تو 27 کی سہ پہر تک لاشیں وہیں پڑی رہیں۔آخر ایک دفنانے والے پارٹی لاشیں ٹھکانے لگانے پہنچی تو دیکھا کہ عورت میں جان باقی ہے۔اسے مرہم پٹی کے لئے اٹھالے گئے۔

چار گولیاں کھانے کےبعد یہ عورت زندہ سلامت ہے۔"evening standard(87) کا نمائندہ مقیم پیرس سے۔

دوم

13 جون کو لندن اخبار Times میں یہ خط (88) شائع ہوا:

اخبار Times کے ایڈیٹر کے نام

جناب والا!

6 جون 1871ء کو موسیو ژیول فاور نے یورپ کی تمام طاقتوں کو ایک گشتی چٹھی بھیجی ہے جس میں تقاضا کیا گیا ہے کہ انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کو گھیر کر ختم کر دیا جائے۔

اس دستاویز کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے صرف چند اشارے کافی ہوں گے۔

ہمارے دستورالعمل کی تمہید میں صاف طور سے لکھا ہے کہ انٹرنیشنل کی بنیاد "28 ستمبر 1864 کو لندن کے لانگ ائیکر، سینٹ مارٹن ہال کے ایک جلسہ عام میں " رکھی گئی تھی۔ اپنی ذاتی مصلحت سے ژیول فاور نے ایسوسی ایشن کی بنیاد 1862 میں بتائی ہے۔ ہمارے اصولوں کی تشریح کرنے کے لیے اس نے انٹرنیشنل کے "25 مارچ 1869 کے ایک ہینڈ بل" سے حوالہ دینا ظاہر کیا ہے۔ اور حقیقت میں حوالہ کہاں سے دیا؟ کسی ایسی سوسائٹی کے کاغذ سے جو انٹرنیشنل نہیں ہے۔ اسی قسم کی ہاتھ کی صفائی وہ پہلے بھی دکھا چکا ہے، جب وہ نیا وکیل بنا تھا اور پیرس کے اخبار national پر کابے نے ہتک عزت کا جو دعوٰع کیا اس میں وکیل صفائی تھا۔ اس نے عدالت میں زور دے کر کہا کہ کابے ایک پمفلٹ سے اقتباسات پڑھ کر سنائے گا لیکن خود اپنے گڑھے ہوئے جملے پڑھ کر سناتا رہا۔ عدالت کا اجلاس ابھی جاری تھا کہ فریب کھل گیا اور اگر کابے ہی معاملہ نہ ٹال جاتا تو ژیول فاور کو سزا کے طور پر پیرس کی بار ایسوسی ایشن سے نکال دیا جاتا۔ جن دستاویزوں کو انٹرنیشنل کی دستاویزیں بنا کر ژیول فاور حوالے کے لیے استعمال کر رہا ہے، ان میں سے ایک کا بھی واسطہ انٹرنیشنل سے نہیں ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے:

" یہ الائینس (alliance) اپنے لامذہب ہونے کا اعلان کرتی ہے، جیسا کہ جنرل کونسل نے کہہ دیا ہے جو 1869 جولائی میں، لندن میں بنی تھی۔"

جنرل کونسل نے اس قسم کی کوئی تحریر نہیں نکالی۔اس کے برخلاف جنرل کونسل کی ایک دستاویز شائع ہوئی تھی جس نے "الائینس"۔L,Alliance de la Democratic Sociaste(89)۔کے اس دستور العمل (کارل مارکس ''انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن اورسوشل ڈیموکریسی کا الائینس'') ۔کو منسوخ کر دیا تھا جو جنیوا میں بنا اور اب ژیول فاوراسی کا حوالہ دے رہا ہے۔

اس پورے سرکلر میں، جس کا ایک حصہ گویا شہنشاہی کے خلاف بھی جا تا ہے، ژیول فاورصرف انٹرنیشنل پر انہی الزاموں کو دہرا رہا ہے جو بونا پارٹ کے سرکاری وکیلوں کی پولیس نے اپنی عقل سے گڑھے تھے اور خود اسی شہنشاہی کی عدالتوں کے سامنے ان کی قلعی کھولی جا چکی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ (پچھلے سال جولائی اور ستمبر کے) اپنے دونوں خطوں میں، جو اس جنگ کے بارے میں بھیجے گئے ,,, انٹرنیشنل کی جنرل کونسل نے پروشیا کے ان منصوبوں کو بے نقاب کر دیا تھا جو فرانس کو مقبوضہ ملک بنانے کے لئے کئے جارہے تھے۔ژیول فاور کے پرائیویٹ سکرٹیری مسٹر ریت لنژیر نے بعد میں جنرل کونسل کے بعض ممبروں سے بات کی، جو بے فائدہ رہی اور یہ چاہا کہ بسمارک کے خلاف جنرل کونسل کی طرف سے جلسہ جلوس ہو جائے جس میں قومی ڈیفنس کی حکومت کی تائید کی جائے۔ان سے خاص طور پر درخواست کی گئی تھی کہ اس میں ریپبلک کا نام نہ آنے پائے۔ژیول فاور جس وقت لندن پہنچنے والا تھا، اسی موقع پر جلسہ جلوس کی تیاری بھی ہوئی، اوراس میں شبہ نہیں کہ ارادہ نیک تھا، حالاں کہ جنرل کونسل یہ نہیں چاہتی تھی۔کونسل نے اپنے 9 ستمبر کے خط میں قطعی جتا دیا تھا کہ پیرس کے مزدور ژیول فاوراوراس کے ہمنواؤں سے ہوشیار رہیں۔

کیا کہتا ہے ژیول فاور، اگر انٹرنیشنل کی جنرل کونسل جواب میں یورپ کی تمام وزارتوں کو ژیول فاور کے بارے میں بھی ایک گشتی چٹھی روانہ کرے اوران دستاویزوں کی طرف خاص توجہ دلائے جو مرحوم میلیئر نے پیرس میں شائع کی تھیں۔

میں ہوں آپ کا خادم

جان ہیلز،

کی جنرل کونسل کا سکریٹری

256، ہائی ہولبورن،

لندن، ویسٹرن سنٹرل،

12 جون۔

لندن کے رسالے (spectator) (90) نے شریف مخبر بن کر ایک مضمون شائع کیا ہے (24 جون)۔ "انٹر نیشنل ایسوسی ایشن اور اس کے مقاصد" مضمون میں اسی قسم کی اور ہوشیاریوں کے علاوہ الائینس کی مذکورہ دستاویز کا حوالہ دے کر اسے انٹرنیشنل کی تحریر بتایا ہے اور یہ کام ژیول فاور سے بڑھ کر زیادہ گہرائی سے انجام دیا ہے۔ حالانکہ Times اخبار میں اس کی مذکورہ بالا تردید چھپے ہوئے گیارہ دن گزر چکے تھے۔ ہمیں اس پر تعجب نہیں ہوا۔ فریڈرک اعظم کہا کرتا تھا کہ یسوعیوں کے تمام فرقوں میں پرٹسٹنٹ سب سے برے ہیں۔

مارکس نے اپریل مئی 1871 میں لکھا۔

جون 1871 کے وسط میں لندن سے پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا۔ امریکہ اور یورپ کے کئی ملکوں میں 1871-72 میں شائع کیا گیا۔ 1871 کے تیسرے انگریزی ایڈیشن کے مطابق لفظ بلفظ ترجمہ جس کا 1871 اور 1891 کے جرمن ایڈیشنوں سے مقابلہ کیا گیا۔

نوٹس

NOTES

"فرانس میں خانہ جنگی" سائنسی کمیونزم کے موضوع پر ایک نہایت اہم تصنیف ہے۔ یہاں طبقاتی کشمکش، ریاست، انقلاب اور پرولتاری ڈکٹیٹری کے تعلق سے خاص مارکسی اصول بڑی وضاحت کے ساتھ پیرس کمیون کے تجربے کی روشنی میں بیان ہوئے ہیں۔ ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل کے تمام ممبروں کو یورپ اور امریکہ میں تقسیم کرنے کے لئے یہ تحریر ایک کھلے خط کے طور پر تیار کی گئی تھی تا کہ سارے ملکوں کے مزدوروں کو کمیون والوں کی سرفروشی کی اصلیت سے، اس کی عالمی اہمیت سے پوری طرح باخبر کیا جائے اور دنیا بھر کے پرولتاریہ میں یہ تاریخی تجربہ عام کر دیا جائے۔

اس تصنیف میں مارکس نے اسی خیال کی تصدیق، تائید اور تکمیل کی ہے جو "لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر" میں پیش کیا تھا کہ پرولتاریہ کے لئے بورژوازی کی سرکاری مشینری کا درہم برہم ضروری ہے۔ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ "مزدور طبقہ بنی بنائی سرکاری مشینری پر ہاتھ ڈال کر اس سے کام نہیں لے سکتا۔ " مزدور طبقے کا فرض ہے کہ اسے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے اور پیرس کمیون کے نمونے کی ریاست کو اس کی جگہ دے دے۔ مارکس نے یہاں جو کلیہ قائم کیا ہے کہ پیرس کمیون قسم کی نئی ریاست ہی پرولتاری ڈکٹیٹری کی سرکاری شکل ہے، یہ انقلابی نظریے میں اس کے نئے اضافے کا لب لباب ہے۔

مارکس کی اس تصنیف فرانس میں خانہ جنگی کی بہت وسیع اشاعت ہوئی۔ 1871 اور 1872 میں یورپ کے کئی ملکوں میں اس کا ترجمہ کیا جا چکا تھا۔ 1905 میں کتاب کا روسی ترجمہ لینن کی ترتیب کے ساتھ او دیباسے شائع ہوا۔

2۔ یہ دیباچہ اینگلز مارکس کی تصنیف "فرانس میں خانہ جنگی" کے تیسرے جرمن ایڈیشن کے لئے لکھا تھا جو پیرس کمیون کی بتیسویں سالگرہ کے موقع پر 1891 میں شائع کیا گیا تھا۔ پیرس کمیون کے تجربے کی تاریخی اہمیت پر پورا زور دینے کے بعد، اور مارکس نے جو نظریاتی تجزیہ پیش کیا ہے، اسے اچھی طرح جتانے کا ساتھ اینگلز نے پیرس کمیون کی تاریخ پر، بلانکی اور پرودھوں کے ماننے والوں کی سرگرمی پر کئی نکتوں کا اضافہ کیا۔ اسی جرمن ایڈیشن میں اینگلز نے انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل کا وہ پہلا اور دوسرا خط بھی شامل کر لیا جو فرانس اور پروشیا کی جنگ پر مارکس نے لکھا تھا۔ مختلف زبانوں میں اس تصنیف کے جتنے ایڈیشن بعد میں پمفلٹ کی صورت میں نکلے ہیں، ان میں بھی دونوں خطوط شامل رہے۔

3۔ یہاں جرمنوں کی اس قومی آزادی کی جنگ کی طرف اشارہ ہے جو 1813 اور 1814 میں انہوں نے نپولین کے قبضے سے نکلنے ہیں، ان میں بھی دونوں خطوط شامل رہے۔

4۔ ہنگامی قانون The Exceptional Law or the Anti-Socilist Law جرمنی میں 21 اکتوبر 1878 کو بنا تھا۔ اس کے مطابق سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی تمام شاخین، عام مزدور انجمنیں، مزدوروں کے اخبارات وغیرہ خلاف قانون قرار دیئے گئے۔ اشتراکی خیال کی کتابوں، رسالوں کو بحق سرکار ضبط کر لینے کا حکم ہوا اور سوشل ڈیموکریٹوں پر زیادتیاں کی گئیں۔ عام مزدور تحریک کے دباؤ سے یہ قانون پہلی اکتوبر 1890 کو منسوخ کر دیا گیا۔

5۔ جرمن میں 1820Demagogue کے برسوں میں ان جرمن تعلیم یافتہ لوگوں کو کہا جاتا تھا جو جرمن ریاستوں کے رجعت پرست نظام کے خلاف آواز اٹھاتے تھے اور متحدہ جرمنی کی آواز بلند کرتے تھے۔ جرمن حکومت ان لوگوں کے ساتھ

بڑی بے دردی سے پیش آئی۔

6۔ یہاں جولائی 1830 کے انقلاب کی طرف اشارہ ہے۔

7۔ یہ اشارہ ہے جائز وارث والوں، اورلین والوں اور بونا پارٹ والوں کی طرف، جو بونا پارٹ کی خاندانی بادشاہی کے حامی تھے۔

8۔ دوسری دسمبر 1851 وہ دن ہے جب فرانس میں انقلاب کے مخالفین کی طرف سے حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ اس میں لوئی بونا پارٹ اوراس کے حمایتیوں کا ہاتھ تھا۔

9۔ یہاں اس ابتدائی صلح نامے کا ذکر ہے جس پر فرانس اور جرمنی نے لڑائی بند کر کے 26 فروری 1871 کو وارسائی میں دستخط کئے۔ دستخط کرنے والوں میں ایک طرف سے تیئر اور ژیول فاور تھےاور دوسری طرف سے بسمارک۔ اس صلح نامے کی شرائط کے مطابق فرانس نے الزاس اور مشرقی لارین صوبے جرمنی کے حوالے کر دیئے اور 500 کروڑ فرانک ہرجانہ ادا کرنا اپنے ذمے لےلیا۔ امن کا پکا عہدنامہ 10 مئی 1871 کو فرینکفرٹ آن مینَ میں لکھا گیا۔

10۔ اکتوبر 1870 میں فرنسیسی فوج مارشل بازین کی سرکردگی میں میتز کے مقام پر نرغے میں آ گئی اوراس نے شہر جرمنوں کے حوالے کر دیا۔

11۔ یہاں پرودھوں کی تصنیف "انیسویں صدی میں انقلاب کا عام خیال

"(Idee genereale de la Revolution au xix siecle Paris,1851)

کا ذکر ہے جو پیرس سے 1851 میں شائع ہوئی۔ اس تصنیف میں پرودھوں کے پیش کئے ہوئے نظریات پر تنقید دیکھنی ہو تو مارکس کا وہ خط پڑھنا چاہئے جو اس نے 8 اگست 1851 کو اینگلز کے نام لکھا اور اینگلز کا وہ تنقیدی تبصرے والا مضمون جو "پرودھوں کی کتاب "انیسویں صدی میں انقلاب کا عام خیال" "پر تنقیدی تبصرہ" کے نام سے تحریر ہوا۔

12۔ فرانس کی اشتراکی تحریک میں ایک موقع پرست رجحان تھا جسے امکانی possiblism کہتے ہیں۔ بروس، میلون اور دوسرے لوگ اس کے لیڈر رتھے جنہوں نے فرانسیسی ورکرز پارٹی میں 1882 میں پھوٹ ڈال دی۔ ان کا کہنا تھا کہ صرف اتنا ہی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو "امکان" میں ہو، اسی لئے ان کا یہ نام پڑا۔

13۔ اینگلز کے اس دیباچہ کو شائع کرتے وقت اخبار Die Neue Zeit, Bd. II کے ایڈیٹروں نے (جس کے

اٹھائیسویں شمارے 1890 اور 1891 میں یہ مضمون شائع ہوا) اصل عبارت میں اپنی طرف سے کچھ تبدیلی کر دی۔ مثلاً اینگلز نے لفظ "سوشل ڈیموکریٹک کم ظرف" لکھا تھا، انہوں نے یہاں "جرمن کم ظرف" چھاپا۔ فیشر نے 17 مارچ 1891 کو جو خط لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اینگلز نے یہ یک طرفہ تبدیلی ناپسند کی تھی، لیکن غالباً اس خیال سے کہ ایک بار جو عبارت چھپ چکی ہے، اس میں ادل بدل نہ ہو، اختلاف نہ پڑے، پمفلٹ کی صورت میں اس کی اشاعت پر بھی اینگلز نے وہی لفظ رہنے دیا۔ موجودہ کتاب میں ہم نے اینگلز کا اپنا لکھا ہوا لفظ لکھ دیا ہے۔

14۔ **پہلا اور دوسرا خط**۔ فرانس اور پروشیا کی جنگ پر انٹرنیشنل کا رویہ کیا ہونا چاہیے، اس کے متعلق جنرل کونسل کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے مارکس نے جنگ چھڑتے ہی فوراً ایک کھلا خط یا پیغام جاری کیا، پھر ستمبر 1870 میں دوسرا خط لکھا، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزدور طبقے کو جنگجوئی اور خود جنگ سے کیسے پیش آنا چاہئے۔ ان دونوں خطوں میں مارکس اور اینگلز کی ان تمام کوششوں کی بھی جھلک ملتی ہے جو وہ دوسروں کے علاقے پر چڑھائی کرنے کی جنگ کے خلاف اور پرولتاری بین الاقوامیت کے اصولوں کی تعمیل کے لئے کئے جا رہے تھے۔ مارکس نے دلیلیں دے کر ثابت کر دیا ہے کہ استحصال کرنے والے طبقے اپنی ذاتی غرض کے لئے جو غاصبانہ جنگیں چھیڑتے ہیں، ان کا مقصد دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے علاوہ خود انقلابی مزدوروں کی تحریک کو کچلنا بھی ہوتا ہے۔ اس قسم کی جنگوں کی سماجی وجھوں پر مارکس نے اپنی تعلیم کا نہایت اہم باب کھول کر بیان کر دیا ہے۔ خاص طور سے اس نے زور دیا کہ جرمن اور فرانسیسی مزدوروں کا مفاد ایک ہی ہے اور انہیں چاہئے کہ دونوں ملکوں کے حاکم طبقوں کی جارحانہ پالیسی کا متحد ہو کر، ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

مارکس نے بے مثال دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے پہلے خط میں آخر کار یہ نکتہ بھی جتا دیا کہ مزدوروں کے ہاتھ میں طاقت آ جائے گی تو تمام جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور روئے زمین پر امن قائم ہونا آئندہ کی کمیونسٹ سوسائٹی کا ایک زبردست بین الاقوامی اصول بن جائے گا۔

15۔ **عام رائے شماری**: نپولین سوم نے مئی 1870 میں کرائی تھی، گویا اپنی سلطنت کے بارے میں عام آبادی کی رائے معلوم کرنی چاہی ہو۔ لفظوں کے الٹ پھیر سے سوال نامے کی عبارت کچھ اس طرح رکھی گئی کہ اگر دوسری سلطنت کی پالیسی پر نامنظوری کا اظہار کیا جاتا تو تمام جمہوری اصلاحوں سے بھی منکر ہونا پڑتا۔ فرانس میں پہلی انٹرنیشنل کی شاخوں نے اس لفظی الٹ پھیر اور چالبازی کا پردہ چاک کرتے ہوئے اپنے ممبروں سے اپیل کی کی وہ ووٹ کا بائیکاٹ کریں۔ رائے شماری

شروع ہونے سے پہلے ہی انٹرنیشنل کی پیرس شاخ کے ممبر اس الزام میں گرفتار کر لئے گئے کہ وہ نپولین کے خلاف سازش کر رہے تھے۔حکومت کے ہاتھ ایک بہانہ آ گیا تا کہ فرانس کے مختلف شہروں میں انٹرنیشنل کے ممبروں کو پھنسایا جائے، ان پر زیادتیاں کی جائیں۔22 جون سے 5 جولائی 1870 تک جب پیرس کے ممبروں پر مقدمہ چلا تو دنیا کو یہ پتہ چل گیا کہ سازش کے الزام کی حقیقت کیا تھی۔ پھر بھی انٹرنیشنل کے کئی ممبروں کو قید کی سزائیں دی گئیں صرف ااس بنا پر کہ وہ انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے ممبر تھے۔فرانس کے مزدور طبقے نے عام جلسوں کے ذریعے اس ظلم کے خلاف احتجاج کیا۔

16۔فرانس اور پروشیا کی جنگ 19 جولائی 1870 کو چھڑی تھی۔

17۔Le Reveil ("بیداری")۔یہ بائیں بازو کے رپبلکنوں کا فرانسیسی اخبار تھا جو پیرس میں جولائی 1868 سے جنوری 1871 تک شارل دیلک لوزے کی ادرت میں نکلتا رہا۔اس اخبار میں انٹرنیشنل کی دستاویزیں اور مزدور تحریک کی معلومات شائع ہوا کرتی تھیں۔

18۔La Marseillaise۔بائیں بازو کے رپبلکنوں کا روزنامہ، پیرس میں دسمبر 1869 سے ستمبر 1870 تک نکلا۔ اس میں انٹرنیشنل اور مزدور تحریک کے متعلق بھی معلومات اور سرگرمیوں کی تفصیل چھپا کرتی تھی۔

19۔یہاں مراد ہے ''دس دسمبری سوسائٹی"۔لوئی بوناپارٹ والوں کی خفیہ جماعت سے،جس میں زیادہ تر سماج کے فالتو، ٹوٹے پھوٹے عناصر جوڑے گئے تھے،سیاسی جواری اور فوج کے لوگ شامل تھے۔ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ لوئی بوناپارٹ کو دس دسمبر 1848 کے صدارتی انتخاب میں فرانسیسی ریپبلک کا صدر چنوا دیں۔اسی لئے دس دسمبری نام پڑا۔ان کی حرکتوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مارکس کا مقالہ "لوئی بوناپارٹ کی اٹھارویں برومیئر" جو حصہ اول میں شامل ہے۔

20۔یہاں مراد ہے جرمن قوم کی مقدس سلطنت روما جس کی بنیاد 962 عیسوی میں رکھی گئی تھی اور جرمن علاقوں کے علاوہ اٹلی کا بھی کچھ حصہ اس میں شامل تھا۔بعد میں کچھ علاقے فرانس کے، بوہیمیا کے، آسٹریا، نیدرلینڈ، سوئٹزرلینڈ اور دوسرے ملکوں کے بھی اسی میں شامل ہو گئے تھے۔یہ سلطنت کوئی مرکزیت والی اسٹیٹ نہیں تھی۔یہ چندر جواڑوں کی اور آزاد شہروں کی ملی جلی اور ڈھیلی ڈھالی یونین تھی جو سلطنت کے صرف اختیار اعلی کو تسلیم کرتے تھے۔

962 سے 1806 تک قائم رہی۔آخر جب فرانس کے مقابلے میں جرمنی کو شکست ہوئی تو ہیپس برگ نے مقدس سلطنت روما کے شہنشاہ کا خطاب چھوڑ دیا۔

21۔1618 میں برنڈن برگ کا الکٹوریٹ پروشیا کی نوابی (مشرقی پروشیا) سے مل گیا جو 16ویں صدی کی ابتدا میں تیوتونی امارت کے علاقے سے بنی تھی اور تب تک پولینڈ کی بادشاہی کی دست نگر تھی۔ برانڈن برگ کا نواب (الکٹور) جو خود پروشیائی امیرزادہ تھا 1657 تک پولینڈ کا باج گزار رہا۔لیکن جب سویڈن سے جنگ میں پولینڈ مشکل میں پھنسا تو اس پروشیائی امیرزادے نے تمام پروشیائی علاقوں پر پھیل کر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

22۔ یہ اشارہ ہے بازل کے صلح نامے کی طرف، جو پروشیا نے 5 اپریل 1790 کو فرانسیسی ریپبلک سے اپنے طور پر کر لیا تھا، حالانکہ پروشیا اس وقت فرانس کے مقابل پر یورپی ریاستوں کے پہلے کولیشن میں شریک تھا۔

23۔تلست کا صلح نامہ 7 اور 9 جولائی 1807 کے درمیان نپولین کے فرانس نے روس اور پروشیا سے کیا تھا۔ یہ دونوں ملک فرانس کے خلاف چوتھے کولیشن کے ممبر تھے اور جنگ میں شکست کھا کر اس صلح نامے پر مجبور ہوئے تھے۔

صلح نامے کی شرطوں نے پروشیا کی کمر توڑ دی جسے اپنا بہت سا علاقہ ہاتھ سے دینا پڑا، اور روس کے ہاتھ سے اگرچہ کوئی علاقہ نہیں گیا لیکن اسے یورپ میں فرانس کی پوزیشن کا استحکام بھی ماننا پڑا، اور یہ بھی کہ انگلینڈ کی ناکہ بندی میں (جسے براعظم یورپ کی ناکہ بندی کہتے ہیں) شریک ہوگا۔ نپولین اول کے حکم سے اس صلح نامے میں جو غاصبانہ زبردستی رکھی گئی تھی، اس کا انجام یہ ہوا کہ تمام جرمن آبادی میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، جس نے نپولینی غلبے کے خلاف قومی آزادی کی تحریک کا راستہ ہموار کر دیا اور یہ تحریک 1813 میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

24۔تیوتونی (teutons) کا لفظ جرمن نسل کے پرانے قبیلوں کے لئے استعمال ہوتا تھا اور اس دائرے میں تمام جرمن اصل نسل کے لوگ آتے ہیں۔ مارکس نے یہاں جرمن قوم پرستوں کی زبان سے اس لفظ کے استعمال کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔

25۔ مارکس کا مطلب یہ ہے کہ نپولین کا اقتدار ٹوٹتے ہی جرمنی میں جاگیرداری رجعت پرستی کی کمان پھر چڑھ گئی۔ پہلے کی سی جاگیری تفرقہ پردازی نے سر اٹھا لیا اور جرمن ریاستوں میں موروثی بادشاہیوں کا نظام پھر جم گیا، جس نے امرا کے خاص حقوق اور کسانوں کی اندھی لوٹ، نیم غلامی کا دور دورہ کر دیا۔

26۔ یہ اشارہ ہے پیرس کے تویلری محل کی طرف جہاں نپولین سوم دوسری سلطنت کے زمانے میں رہا کرتا تھا۔

27۔اورلین والے۔یعنی اورلین گھرانے کے حمایتی۔اورلین بوربوں شاہی خاندان کی ایک نوجوان شاخ تھی۔1830 کے انقلاب نے اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور 1848 کے انقلاب نے وہ چھین لیا۔ یہ لوگ مالیاتی

شرفاء (بڑے پیمانے پر روپے کا کاروبار کرنے والے) اور اوپر کی بورژوازی کے جاں نثار تھے۔

28۔ یہاں انگریز مزدوروں کی اس تحریک کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے 4 ستمبر 1870 کو قائم ہونے والی فرانسیسی ریپبلک کو تسلیم کرانے کے لئے اٹھائی تھی۔ اعلان کے دوسرے ہی دن، 5 ستمبر کو لندن اور بڑے شہروں میں جلسے جلوس شروع ہو گئے۔ جابجا تجویزوں اور مطالبوں میں مظاہرین نے اس پر زور دیا کہ برطانوی حکومت فرانسیسی ریپبلک کو فوراً تسلیم کر لے۔ اس تحریک کو رخ دینے میں پہلی انٹرنیشنل کی جنرل کونسل نے براہ راست شرکت کی۔

29۔ مارکس کا اشارہ اس طرف ہے کہ جاگیردارانہ بادشاہتوں کا وہ کولیشن بنوانے میں انگلینڈ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جس کولیشن نے 1792 میں انقلابی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور یہ بھی انگلینڈ کے حاکم لوگ تھے جنہوں نے سارے یورپ میں سب سے پہلے فرانس کی لوئی بوناپارٹ حکومت کو تسلیم کر لیا، ایسی حکومت کو جو 2 دسمبر 1851 کو ریپبلکن حکومت کا تختہ الٹ کر وجود میں آئی تھی۔

30۔journal officiel de la republique francaise

("فرانسیسی ریپبلک کا سرکاری اخبار")۔ پیرس کمیون کا سرکاری ترجمان تھا جو 20 مارچ سے 24 مئی 1871 تک شائع ہوتا رہا۔ پہلے سے یہ نام فرانسیسی ریپبلک کے سرکاری اخبار کا تھا جو پیرس میں ستمبر 1870 سے نکلنا شروع ہوا تھا (جب پیرس کمیون قائم ہوا تو کمیون کی مخالف تیئر گورنمنٹ نے وارسائی سے اسی نام کا دوسرا اخبار نکالا) 30 مارچ کے شمارے پر اخبار کا نام یوں درج تھا: Journal Officiel de la commune de Paris ("پیرس کمیون کا سرکاری اخبار")۔ اسی اخبار کے 20 اپریل 1871 کے شمارے میں سائمن کا خط چھپا تھا۔

31۔ 28 جنوری 1871 کو فاتح بسمارک اور قومی ڈیفنس کی حکومت کی طرف سے فاور نے ایک صلح نامے پر دستخط کئے جس کا عنوان تھا: "جنگ بندی اور پیرس کے ہتھیار ڈالنے کا کنونشن"۔ اس حرکت نے فرانس کے قومی مفاد کو مٹی میں ملا دیا۔ کنونشن کے مطابق فاور نے وہ تمام شرمناک شرطیں قبول کر لیں جو پروشیا گورنمنٹ نے منوانی چاہی تھیں، مثلاً دو ہفتے کے اندر بیس کروڑ فرنک ہرجانہ ادا کرنا، پیرس کے بیشتر قلعے فاتح کے حوالے کرنا، پیرس کی فوج کا میدانی توپ خانہ اور اسلحہ پروشیا کے ہاتھ میں دے دینا۔

32۔ 1870.71 میں جب پیرس محاصرے میں تھا تو وہ لوگ جو ہتھیار ڈال دینے کے حق میں تھے

انہیں Capitulards کہا جاتا تھا۔ بعد میں ہر قسم کے شکست خوردہ ذہن والوں کا یہ نام پڑ گیا۔

33۔ L,Etendard ("پرچم")۔ بوناپارٹ کا طرفدار فرانسیسی اخبار جو پیرس میں 1866 سے 1868 تک نکلتا رہا۔ زیادہ رقم بٹورنے کے لئے جب اس کا ایک فریب پکڑا گیا تو اخبار نکلنا بند ہو گیا۔

34۔ یہاں مراد ہے Societe Genetale du Credit Mobilier ایک بڑا فرانسیسی جوائنٹ اسٹاک بینک تھا جو 1852 میں قائم کیا گیا۔ اس کی آمدنی کا بڑا ذریعہ تھا زرضمانت (سکیوریٹیز) پر سٹہ چلانا۔ دوسری سلطنت کے سرکاری حکام سے اس بینک کا گہرا لین دین تھا۔ 1867 میں اس کا دیوالہ نکلا اور 1871 میں اس پر تالہ پڑ گیا۔

35۔ "L,Electeur libre" ("آزاد ووٹر")۔ داہنے بازو کا ریپبلکن ترجمان جو پیرس میں 1868 سے 1871 تک نکلتا رہا۔ قومی ڈیفنس کی حکومت کی وزارت مالیات سے اس کا تعلق تھا۔

36۔ ڈیوک دے بیری کی یاد میں جب سین ژرمین ل، اوسے روا گرجا گھر میں فاتحہ خوانی ہو رہی تھی تو جائز وارث والوں نے مظاہرہ کر کے اس میں گڑبڑ پھیلائی۔ اس پر غصے کا اظہار کرنے کے لئے 14 اور 15 فروری 1831 کو پیرس میں لوگوں کا ایک ہجوم ٹوٹ پڑا، اس نے گرجا گھر اور پادری کیلین کا محل غارت کر دیا۔ تیئر اس ہنگامے کے وقت وہاں بذات خود موجود تھا اور اس نے نیشنل گارڈ کو سمجھایا کہ وہ دخل نہ دے۔

1832 میں تیئر کے حکم خاص سے (وہ وزیر داخلہ تھا) فرانسیسی تخت وتاج کے جائز وارث والے دعویدار کاؤنٹ آف شمبور کی ماں شہزادی دی بیری گرفتار کر لی گئیں اور ان پر ایسی ڈاکٹری جرح کرائی گئی جس کی غرض یہ تھی کہ اس کی خفیہ شادی کا راز دنیا بھر پر افشا ہو جائے اور وہ سیاسی حیثیت سے منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

37 ۔14۔13 اپریل 1834 پیرس میں عوامی شورش اٹھی تھی جولائی کی بادشاہت کے خلاف۔ تیئر اس وقت وزیر داخلہ تھا اور اس نے شورش کو کچلنے میں نہایت شرمناک رول انجام دیا تھا۔ فوج کے ہاتھوں یہ عام شورش اس سکتی اور درندگی سے تہہ تیغ کی گئی کہ ٹرانسونان والی سڑک کے ایک مکان میں تو تمام کے تمام باشندے بری طرح قتل کر دیئے گئے۔

ستمبر کے قانون کا حوالہ اسی سلسلے میں آیا ہے۔ ستمبر 1830 میں فرانسیسی حکومت نے پریس کے خلاف بڑے رجعت پرست قانون جاری کئے، جن کی رو سے، رائج الوقت سماجی اور سیاسی نظام پر نکتہ چینی شائع کرنے کی سزا قید اور بھاری جرمانے مقرر تھی۔

38۔جنوری 1841 میں تیئر نے ایوان نمائندگان (پارلیمنٹ) میں ایک پلان پیش کیا تا کہ پیرس کے چوطرفہ فوجی قلعہ بندی کھڑی کی جائے۔انقلابی اور جمہوری خیال کے لوگوں نے اس پلان کے پیچھے یہ نیت بھانپ لی کہ اس طرح عوامی مظاہروں کو کچلنا مقصود ہے۔ پلان میں خاص کر مزدور علاقوں کے آس پاس زبردست قلعہ بندی اور مورچہ بندی کی تجویز تھی۔

39۔فرڈیننڈ دوم کی نیپلز والی فوجوں نے جنوری 1848 میں پلیرمو پر توپخانے سے گولہ باری کی تا کہ اس عوامی بغاوت کو خاک وخون میں ملا دیا جائے جو 49۔1848 میں اٹلی کی مختلف ریاستوں میں بورژوا انقلاب کی آمد کی خبر دے رہی تھی۔ یہ وہی فرڈیننڈ ہے جس نے اسی سال موسم خزاں میں شہر مسینا پر گولہ باری کرائی تھی اور لوگوں میں "شاہ بومبا" کا نام کمایا تھا۔

40۔اپریل 1849 میں فرانس نے آسٹریا اور نیپلز سے مل کر روم کی ریپبلک پر فوجی مہم بھیج کر مداخلت کی تا کہ ریپبلک کو بے دخل کر کے پوپ کی مذہبی حکومت جما دی جائے۔فرانس کی فوجوں نے روم پر سخت گولہ باری کی۔ ریپبلک والوں نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا لیکن آخر شکست کھا گئے اور روم پر فرانسیسی فوج نے قبضہ کرلیا۔ مارکس نے اس واقعے پر اپنی تصنیف "لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر" میں بھی تبصرہ کیا ہے ملاحظہ ہو حصہ اول، صفحات 297۔167

41۔ضابطہ پارٹی۔قدامت پسندانہ خیالات والی اوپر کی بورژوازی نے یہ پارٹی 1848 میں بنائی تھی۔اس میں فرانس کی دو خاندانی بادشاہتوں کے طرفدار گروہ ملے ہوئے تھے۔ایک جائز وارث والے (Legitimist) اور دوسرے اورلین والے۔1849 سے دوسری دسمبر 1851 تک (جب لوئی بونا پارٹ نے اندر سے حکومت کا تختہ الٹا) فرانس کی دوسری ریپبلک کی قانون ساز اسمبلی میں اس پارٹی کا بول بالا تھا۔

42۔15 جولائی 1840 کو انگلینڈ، روس، پروشیا، آسٹریا اور ترکی نے لندن میں ایک کنونشن (قرارنامے) پر دستخط کئے کہ یہ طاقتیں سلطان ترکی کو مصری حکمراں محمد علی پاشا کے مقابلے پر مدد دیں گی۔محمد علی کو فرانس کی تائید حاصل تھی۔نتیجہ یہ کہ فرانس اور یورپی ملکوں کے اس کولیشن کے درمیان جنگ کی صورت پیدا ہوگئی۔لیکن شاہ فرانس لوئی فلپ کی ہمت نہیں پڑی کہ وہ جنگ چھیڑے اور اس نے محمد علی پاشا کی مدد سے ہاتھ اٹھالیا۔

43۔انقلابی پیرس کو دبانے کی خاطر وارسائی فوجوں کی طاقت بڑھانے کے لئے تیئر نے بسمارک سے درخواست کی کہ وہ ان فرانسیسی جنگی قیدیوں کو چھوڑ دے اور وارسائی کی فوج میں شریک ہوجانے دے جن میں سے اکثر سیدان اور میتز کے

مقام پر ہتھیار رڈالنے والی فوج میں شامل تھے۔

44۔"جائز وارث والے"(Legitimists)۔اسی بوربوں خاندان کی بادشاہت کے حمایتی تھے جو 1830 میں بیدخل کی گئی اور جب تک رہی اوپر کے جاگیرداروں کا دم بھرتی رہی۔ پھراورلین خاندان کی حکومت (1848۔1830) قائم ہو گئی تو اس کا تکیہ تھا اوپر کے مالیاتی شرفا اور بڑی حیثیت کی بورژوازی پر۔ان کا زور توڑنے کے لئے جائز وارث والوں کے ایک حصے نے سماجی حقوق کی لفاظی سے کام لیا اور بڑے سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کے مقابلے میں محنت کرنے والوں کے طرفدار بن کر کھڑے ہو گئے۔

45۔Chambre introuvable ("انوکھا دربار")۔یہ 1815۔1816 میں فرانس کا ایوان نمائندگان (پارلیمنٹ کا ایوان) تھا جس میں پرلے درجے کے رجعت پرست بھرے ہوئے تھے (بادشاہی کی بحالی کے شروع برسوں میں)۔

46۔"چودھریوں کی چوپال" 1871 کی اس قومی اسمبلی کا نام پڑ گیا تھا جس میں زیادہ تر فرانس کے دیہات کے رجعتی شاہ پرست نمائندے، قصباتی زمیندار، سرکاری عہدہ دار، لگان دار (Rentiers) اور دوکاندار شامل تھے بوردو کے مقام پر اس کا اجلاس ہوا۔630 نمائندوں میں 430 شاہ پرست ممبر چن کر آئے تھے۔

47۔10 مارچ 1871 کو قومی اسمبلی نے ایک قانون پاس کیا جو پہلے کے چڑھے ہوئے قرضوں کی ادائیگی کے بارے میں تھا۔13 اگست اور 12 نومبر 1870 کے درمیان جو قرض نامے ہوئے تھے، صرف انہی کی ادائیگی ملتوی کی گئی لیکن جو قرض نامے 12 نومبر کے بعد ہوئے ان کی ادائیگی میں کوئی چھوٹ نہیں دی گئی۔ چنانچہ 10 مارچ کے اس قانون کی ضرب مزدوروں اور کم حیثیت لوگوں پر پڑی اور بہت سے چھوٹے موٹے کارخانہ دار اور دوکاندار دیوالیہ ہو گئے۔

48۔Decembriseur۔وہ لوگ جنہوں نے 2 دسمبر 1851 کو لوئی بوناپارٹ کے ہاتھوں حکومت کا تختہ الٹنے (Coup d,etat) میں شرکت کی یا دل سے اس کے حامی تھے۔

49۔اخبارات کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تییر کی حکومت جو ملک کے اندرونی قرضے جاری کرنا چاہتی تھی ان سے تییر اور اس کی گورنمنٹ کے آدمیوں کو 30 کروڑ فرانک سے زیادہ رقم کمیشن میں ملتی۔ پیرس کمیون کو کچل ڈالنے کے بعد 20 جون 1871 کو ان قرضوں کا قانونی اجرا ہو سکا۔

50۔کائینا۔جنوبی امریکہ کے فرانسیسی گیانا کا وہ شہر جہاں فرانسیسی حکومت کالے پانی کے سزا یافتہ لوگوں کو بھیجتی تھی۔

51۔Le National (''قومی اخبار'')۔فرانسیسی روزنامہ جو پیرس میں 1830 تک نکلا۔معتدل بورژوا رپبلکوں کا ترجمان تھا۔اس خیال کے خاص خاص نمائندے جو عارضی حکومت میں شامل ہوئے مراست، باستید، اور گرانیئے پاژیس تھے۔

52۔31 اکتوبر 1870 کو جیسے ہی یہ خبر پھیلی کہ قومی ڈیفنس کی حکومت پروشیا والوں سے گفت وشنید کا فیصلہ کر چکی ہے، پیرس کے مزدوروں اور نیشنل گارڈ کے انقلابیوں نے شورش برپا کر دی۔انہوں نے ٹاؤن ہال پر قبضہ کیا اور اپنی انقلابی حکومت کا اعلان کر دیا جس کا نام تھا پبلک سلامتی کی کونسل۔بلانکی اس کمیٹی کا سربراہ قرار پایا۔مزدوروں کے دباؤ میں قومی ڈیفنس کی حکومت کو یہ قول دینا پڑا کہ وہ استعفی دے دے گی اور کمیون کے لئے پہلی نومبر کو عام چناؤ کا دن مقرر کر دے گی۔پیرس کی انقلابی طاقتیں ابھی اچھی طرح منظّم نہیں تھیں، اور بغاوت کے لیڈروں میں اختلاف رائے بھی تھا۔ان میں بلانکی کے ماننے والے اور چھوٹی بورژوازی کے جیکوبی خیالات والے جمہوریت پسند متفق نہ ہو سکے۔حکومت نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور نیشنل گارڈ کے کچھ وفادار دستوں کو لے کر ٹاؤن ہال پر قبضہ کر لیا اور اپنی طاقت پھر سے جمالی۔

53۔''برے تن،،۔یہ صوبہ بریتان کا ایک گشتی دستہ تھا فوجی قسم کا، جو فرانس اور پروشیا کی جنگ 71۔1870 کے زمانے میں بنایا گیا تھا۔ترشیو نے اس سے سیاسی پولیس والوں (ژندارمی) کا کام لیا کہ پیرس کی انقلابی تحریک کو کچلا جائے۔

کورسیکن۔ان کو دوسری سلطنت کے زمانے میں ژندارمی کی کافی جگہیں دی گئی تھیں۔

54۔22 جنوری 1871 کو پیرس کے پرولتاریوں اور نیشنل گارڈ والوں نے بلانکی والوں کی ہدایت پر ایک انقلابی مظاہرہ کیا ان کا مطالبہ تھا کہ حکومت کو بے دخل کر کے کمیون قائم کیا جائے۔قومی ڈیفنس کی حکومت نے حکم جاری کیا اور برے تن گشتی دستے نے، جو ٹاؤن ہال کی حفاظت پر مامور تھا، مظاہرین پر گولی چلا دی۔یوں دہشت سے انقلابی تحریک کو دبا لینے کے بعد حکومت نے پیرس دشمن کے حوالے کر دینے کی تیاری شروع کر دی۔

55۔Sommations (منتشر ہونے کی وارننگ)۔بہت سی بورژوا ریاستوں میں یہ قاعدہ ہے کہ جلسے جلوس والوں کو تین بار وارننگ دی جاتی ہے کہ وہ منتشر ہو جائیں، اس پر بھی اگر لوگ نہ ہٹیں تو افسروں کو طاقت استعمال کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

بلوہ ایکٹ (Riot Act)۔ انگلینڈ میں 1715 میں بنا تھا، اس کی رو سے بارہ آدمی سے زیادہ کا اجتماع خلاف قانون قرار پاتا تھا۔ اور یہ حکم تھا کہ اگر خاص وارننگ کے تین بار اعلان کئے جانے پر ایک گھنٹے کے اندر اندر منتشر نہ ہو تو حکومت کے آدمیوں کو طاقت استعمال کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔

56۔ 31 اکتوبر کو جو واقعات گزرے (ملاحظہ ہو نوٹ نمبر 108) اس موقع پر ایک باغی کی رائے یہ تھی کہ قومی ڈیفنس کی حکومت کو گولی سے اڑا دیا جائے۔ لیکن فلورنس نے ایسا نہیں ہونے دیا۔

57۔ مارکس نے یہاں اس فرمان کا ذکر کیا ہے جو پیرس کمیون نے 5 اپریل 1871 کو یرغمال یا ضمانت کے آدمی پکڑنے کے متعلق جاری کیا تھا (مارکس نے وہ تاریخ دی ہے جب یہ فرمان انگریزی اخبارات میں شائع ہوا)۔ اس فرمان کی رو سے ایسے تمام لوگ جو وارسائی کی حکومت سے رابطہ رکھنے کے ملزم سمجھے جائیں، اگر ان پر الزام ثابت ہو جائے تو یرغمال میں پکڑے جائیں گے۔ اس تدبیر سے کمیون کی کوشش یہ تھی کہ اپنے آدمیوں کو وارسائی کے ہاتھوں مارے جانے سے بچا لے۔

58۔ The Times (''زمانے،،)۔ لندن کا مشہور قدامت پسند روزنامہ جو 1785 سے برابر نکل رہا ہے۔

59۔ ''پشتینی منصب داری،، (Investiture) یہ سرکاری عہدہ دار مقرر کرنے کا ایک ایسا سسٹم ہے جس میں نیچے کے سرکاری ملازمین پوری طرح اوپر کے افسروں کے قبضہ قدرت میں ہوتے ہیں۔

60۔ ژیروندیست۔ 18 ویں صدی کے آخر میں فرانس کے بورژوا انقلاب کے وقت یہ ایک بورژوا سیاسی گروپ تھا، اعتدال پسندوں کے مفاد کا خیال رکھنے والا، انقلابی اور انقلاب کی مخالف طاقتوں کے درمیان ڈانواڈول، اس گروپ نے شاہ پرستوں سے سمجھوتہ کر لیا، اس گروپ کا یہ نام پڑا ژیروندی حلقے کی وجہ سے کیوں کہ جو لوگ اس حلقے سے چن کر قانون ساز اسمبلی میں اور قومی کنونشن میں آتے تھے، زیادہ تر وہی اس گروپ کے لیڈر تھے۔

61۔ Kiadderadatsch۔ اس نام کا ایک باتصویر جرمن مزاحیہ ہفتہ وار رسالہ برلن میں 1848 سے نکلتا تھا۔

Punch, or the London Charivari۔ لندن سے مزاحیہ ہفتہ وار 1841 سے شائع ہو رہا ہے جو ایک بورژوا آزاد خیال پرچہ ہے۔

62۔ یہاں مراد ہے پیرس کمیون کے اس فرمان سے جو 16 اپریل 1871 کو نکلا تھا اور جس کی رو سے تمام قرضے آئندہ تین سال میں قسطوں سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور ان پر سارے سود منسوخ کر دیے گئے تھے۔

63۔22اگست 1848 کو آئین ساز اسمبلی نے وہ مسودہ قانون نامنظور کر دیا تھا جس کی رو سے قرضے ملتوی کئے جا سکتے ۔نتیجہ یہ نکلا کہ چھوٹی حیثیت کے کافی لوگ بری طرح تباہ ہوئے اور بڑے صاحب حیثیت لوگوں کے قرضوں میں پھنس کر بے بس ہو گئے۔

64۔Freres Ignorantins(بے علم بھائی)۔یہ ایک مذہبی فرقہ تھا جس کی بنیاد ریمس کے مقام پر 1680 میں رکھی گئی۔اس فرقے کے لوگ عہد کرتے تھے کہ ہم غریب گھروں کے بچوں کو تعلیم دیں گے۔بچوں کو ان سے زیادہ تر دینی تعلیم ہی ملا کرتی تھی، باقی تعلیم کے شعبے خالی رہ جاتے تھے۔اسی باعث بورژوا فرانس میں اس قسم کی تعلیم کو، جس کا معیار پست اور کردار دینی ہو، پھبتی کے طور پر مارکس نے 'بے علم بھائی' کہا ہے۔

65۔ڈپارٹمنٹوں کے ریپبلکنوں کی انجمن۔ایک سیاسی جماعت تھی جس میں چھوٹی بورژوائی کے وہ نمائندے شامل تھے جو فرانس کے مختلف حلقوں یا اضلاع (ڈپارٹمنٹوں) سے آئے ہوئے پیرس میں رہنے لگے تھے۔انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ وارسائی حکومت، شاہ پرست قومی اسمبلی کے مقابلے پر نکل آئیں اور سارے اضلاع سے پیرس کمیون کی تائید کریں۔

66۔یہ 27 اپریل کے 1865 کے اس قانون کی طرف اشارہ ہے جس کی رو سے ان تمام لوگوں کو، جو ملک چھوڑ کر نکل گئے تھے، بورژوا انقلاب فرانس کے زمانے میں ضبط کی ہوئی املاک اور جائیداد کا معاوضہ دینا طے پایا تھا۔

67۔ونڈوم کی لاٹ۔یہ 1806 اور 1810 کے درمیان پیرس میں نصب کی گئی۔نپولین نے جو فتوحات حاصل کی ان کی یادگار کے طور پر مال غنیمت کی توپوں سے کانسی نکال کر یہ لاٹ ڈھالی گئی اور اس کے اوپر نپولین کا مجسمہ لگایا گیا۔16 مئی 1871 کو پیرس کمیون کے حکم سے یہ لاٹ زمین کے برابر کر دی گئی تھی لیکن 1875 میں رجعت پرستوں کے غلبے نے ا سے پھر اپنی جگہ جما دیا۔

68۔پکپوس کی خانقاہ میں تلاشی لینے سے پتہ چلا کہ بعض راہباؤں کو برسوں بند کوٹھریوں میں قید رکھا گیا تھا اور جسمانی اذیتیں دینے کے اوزار بھی نکلے۔سینٹ لارینت کے گرجا گھر میں ایک خفیہ قبرستان کا سراغ ملا جہاں مقتولین کو چپ چاپ دفن کر دینے کے ثبوت برآمد ہوئے۔پیرس کمیون کے اخبار Mot d , Ordre (''بول،،) نے 5 مئی 1871 کی اشاعت میں یہ واقعات پبلک تک پہنچائے۔بعد میں ایک پمفلٹ بھی شائع کیا گیا Les Crimes des congregations religieuses (''گرجا گھروں کے عملوں کے کرتوت")۔

69۔Absentee۔ان غیر حاضر تعلقہ داروں کے لئے بولا جاتا ہے جو کبھی بھولے بھٹکے ہی اپنی جاگیر کا دورہ کرتے تھے، زمین جائداد کا بندوبست یا تو ان کے ایجنٹ کیا کرتے، یا جوتداری کے طور پر کسی کو پٹے پر دے دی جاتی جو لگان بڑھا چڑھا کر اپنی طرف سے کسانوں کو دیا کرتا تھا۔

70۔جب لوئی شانز دہم 16 کی حکومت نے 20 جون 1789 کو جنرل اسٹیٹس کے اجلاس میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی، کیوں کہ اس ادارے نے خود کو قومی اسمبلی قرار دے دیا تھا، تو تیسرے سماجی درجے (یعنی بورژوازی) کے نمائندوں نے وارسائی محل کے اس ہال میں جو گیند کھیلنے کے لئے مقرر تھا، جمع ہو کر حلف اٹھایا کہ ہم جب تک آئین کا خاکہ تیار نہ کرلیں، یہیں ٹھہریں گے۔ یہ واقعہ بھی ایک سبب بن گیا جس سے 18 ویں صدی کے آخر کا بورژوا انقلاب فرانس برپا ہوا۔

71۔France-fileurs کے لفظی معنی ہیں ''بے لگام مفرور"۔ یہ بورژوازی کے ان لوگوں کا نام پڑ گیا تھا جو محاصرے کے زمانے میں پیرس چھوڑ کر نکل بھاگے تھے۔فرانسیسی زبان کی ایک ترکیب francs-tireurs کی نسبت سے اس لفظ کی مزاحیہ کیفیت ابھرتی ہے جس کے معنی ہیں ''تیر بے ہدف،،۔ یہ ان فرانسیسی چھاپہ ماروں کا نام پڑ گیا تھا جو پروشیا کے مقابلے میں لڑ رہے تھے۔

72۔کوبلینٹس۔جرمنی کا ایک شہر ہے۔18 ویں صدی کے انقلاب فرانس کے زمانے میں یہ شہر بھاگے ہوئے جاگیردار اور بادشاہی کے حامیوں کا گڑھ بن گیا تھا جہاں سے وہ انقلابی فرانس پر چڑھائی کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ یہاں ملک سے باہر بنی ہوئی حکومت نے ڈیرا ڈالا تھا جس کا سربراہ ایک بدترین رجعت پرست، دی کلون تھا جو لوئی شانز دہم 16 کی حکومت کا سابق وزیر رہ چکا تھا۔

73۔پیرس کمیون والے وارسائی کے ان فوجیوں کو ''شوآن،، کہتے تھے جن کی ہمدردیاں بادشاہی کے ساتھ تھیں اور جنہیں صوبہ بریتان میں بھرتی کیا گیا تھا۔ان کی حالت بالکل ان باغیوں کی سی تھی جنہوں نے 18 ویں صدی کے آخر میں انقلاب فرانس کے خلاف اور بادشاہی کی حمایت میں شمال مغربی فرانس سے سر اٹھایا تھا۔

74۔"زوآو" کے لفظ سے اس پاپائی گارڈ رجمنٹ کی طرف اشارہ ہے جس میں فرانسیسی شرفا کی اولاد بھری ہوئی تھی۔اسے فرانس کے پیدل دستے کے انداز پر تربیت دے کر تیار کیا گیا تھا۔ستمبر 1870 میں جب پاپائے روم کے دنیاوی اختیارات کا خاتمہ کیا گیا تو پاپائی گارڈ کے پیدل دستے فرانس لائے گئے جہاں پہنچ کر انہوں نے پروشیا اور فرانس کی جنگ میں حصہ

لیا۔ جنگ کے بعد یہ رجمنٹ پیرس کمیون کو کچلنے کے لئے استعمال کی گئی۔

75۔ پیرس میں پرولتاری انقلاب کے اثر سے، جب پیرس کمیون قائم ہوگیا، تو لیون اور مارسیلز میں بھی اسی قسم کی عام انقلابی کاروائیاں پھیلنے لگیں، لیکن انقلابی جلسے، جلوس اور مظاہروں کو سرکاری فوج نے بے دردی سے کچل ڈالا۔

76۔ فوجی عدالت (کورٹ مارشل) کی کاروائی کے متعلق دیوفور نے قومی اسمبلی سے اس قاعدے کی منظوری لی تھی کہ جو مقدمات آئیں گے ان کی تحقیقات اور سزا کی تعمیل 48 گھنٹے کے اندر کردی جائے گی۔

77۔ انگلینڈ اور فرانس میں یہ تجارتی معاہدہ 23 جنوری 1860 کو ہوا تھا۔ معاہدے کے تحت طے پایا کہ فرانس چنگی کسٹم پر اپنی پابندیوں کی پالیسی ترک کردے گا اور ان کی جگہ نئی امپورٹ ڈیوٹیاں (درآمد پر ٹیکس) لگایا کرے گا۔ نتیجہ یہ کہ فرانس میں انگلینڈ کا مال اس تیزی سے ڈھلنا شروع ہوا کہ خود ملک کے اندر انگریزی مال سے سخت مقابلہ کرنا پڑ گیا اور فرانسیسی کارخانہ داروں میں بے چینی پھیل گئی۔

78۔insurgent۔ وہ لوگ جو حکومت کے مقابلے میں ہتھیار لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔

79۔ یہاں اشارہ ہے اس طرف کہ پہلی صدی قبل مسیح میں غلام دار رومن ریپبلک میں جب بھی کوئی مشکل کو وقت کا پڑتا تو دہشت کا بازار گرم کردیا جاتا اور خوں ریزی کرکے شورش دبائی جاتی۔ باری باری کئی جنرلوں نے اس زمانے میں فوجی ڈکٹیٹری قائم کی" سولا کی ڈکٹیٹری (82 سے 89 ق م تک)؛ پہلی اور دوسری رومی تریوم ویرات (تین کی فوجی ڈکٹیٹری) (60 سے 53 اور 43 سے 36 ق م تک)۔ پہلی تریوم ویرات میں پومپئی، سیزر اور کراس کے نام آتے ہیں اور دوسری میں اوکتاویان، انتونئی اور لیپید کے نام۔

80۔Journal de Paris۔ اور لین والوں کا طرفدار، بادشاہی کا حامی ایک ہفتہ وار جو 1867 میں پیرس سے نکلنا شروع ہوا۔

81۔ اگست 1814 میں جب انگلینڈ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جنگ چل رہی تھی، برطانوی فوجوں نے واشنگٹن پر قبضہ کرکے " کیپٹول" (امریکی کانگرس کی عمارت) کو، وہائٹ ہاوس کو اور راجدہانی کی کئی دوسری پبلک عمارتوں کو پھونک ڈالا۔

اکتوبر 1860 میں جب برطانیہ اور فرانس نے چین سے جنگ چھیڑی تو برطانوی اور فرانسیسی فوجوں نے چینی شہنشاہوں

کے گرما محل کو، جو چینی آرٹ اور فن تعمیر کا ایک نایاب خزانہ تھا، پہلے لوٹ مار کی اور پھر جلا ڈالا۔

82 ۔1812 کے موسم خزاں میں جب نپولین نے چڑھائی کی تو ماسکو والوں نے شہر کے اچھے خاصے علاقے کو آگ لگا دی تا کہ دشمن کی فوج کو مکان اور خوراک کی آسانی نصیب نہ ہو 83۔ پری ٹورین فوجی۔ روم قدیم میں سپہ سالار یا شہنشاہ کا خاص گارڈ۔ یہ پری ٹورین اکثر اندرونی شورشوں میں شریک ہوتے اور اپنی پسند کے آدمی کو تخت پر بیٹھا دیا کرتے تھے۔

84۔ مارکس نے پروشیا کی اسمبلی کو فرانسیسی ایوان نمائندگان سے مشابہت کی خاطر۔Chambre introuvable(انوکھا دربار) کہا ہے۔ یہ اسمبلی جس کا چناؤ 1849 کے جنوری فروری میں ہوا تھا، دو ایوانوں سے مل کر بنی تھی۔ پہلے ایوان میں خاص حقوق والے شرفا آئے اور یہ ''ایوان شرفا،، کہلایا، دوسرے کے لئے انتخاب دو مرحلوں سے گزرا اور صرف وہی پروشیائی اس میں حصہ لے سکے جنہیں ''آزاد،، کہا جاتا تھا۔ بسمارک اس دوسرے ایوان میں چن کر آیا اور انتہائی رجعت پرست ''یونکر" گروہ کے لیڈروں میں شمار ہونے لگا۔

85۔The Daily News۔لبرل انگریزی روزنامہ جو صنعتی بورژوا کا ترجمان تھا۔ لندن میں 1846 سے 1930 تک اسی نام سے نکلتا رہا۔

86۔Le Temps۔فرانس کا قدامت پسند روزنامہ، بڑی بورژوازی کا ترجمان۔ پیرس میں 1861 سے 1905 تک لندن میں شائع ہوتا رہا۔

87۔The Evening Standard۔قدامت پسند انگریزی اخبار(Standard کا شام کا ایڈیشن۔ 1857 سے 1905 تک لندن میں شائع ہوتا رہا۔

88۔ یہ خط مارکس اور اینگلس نے لکھا تھا۔

89۔سوشل ڈیموکریسی کا اتحاد(L,Alliance de la Democratie Socialiste)۔ یہ جماعت 1868 میں باکونین نے جنیوا میں قائم کی تھی۔اس کے پروگرام میں صاف اعلان کیا گیا تھا کہ ہم تمام طبقوں کی مساوات اور اسٹیٹ کے خاتمے کے حق میں ہیں۔اس ''الائینس،، کے ممبر اس بات کو ضروری نہیں سمجھتے تھے کہ مزدور طبقہ سیاسی جدوجہد میں اترے۔ ''الائینس،، کے چھوٹی بورژوازی والے نراجی (انارکسٹ) پروگرام کو اٹلی،

سوئٹزر لینڈ، اسپین اور دوسرے ملکوں کے ان علاقوں سے تائید نصیب ہوئی جہاں صنعت پست درجے میں تھی۔ 1869 میں اس جماعت نے پہلی انٹرنیشنل کی جنرل کونسل سے اپیل کی کہ وہ اسے اپنے اندر شامل کرلے۔ انٹرنیشنل والوں نے اس شرط پر ''الائینس،، کی الگ الگ شاخوں کا داخلہ منظور کیا کہ وہ خود کو علیحدہ جماعت کی حیثیت سے توڑ کر شامل ہوں۔ تاہم جب انٹرنیشنل سے منسلک ہو چکے تب بھی ''الائینس،، کے ممبروں نے انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے اندر اپنی خفیہ تنظیم باقی رکھی اور ان کے لیڈر کی حیثیت سے باکونین نے جنرل کونسل پر نکتہ چینی اور حملوں کا ایک طومار باندھ دیا۔ پیرس کمیون کا ٹوٹنا تھا کہ یہ مہم اور تیز کردی باکونین اور اس کے ماننے والوں نے پرولتاری ڈکٹیٹری کے نظریے کو قطعی رد کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ مزدور طبقے کی ایک الگ سیاسی پارٹی بنانے کے کوئی معنی نہیں ہوتے، ایسی پارٹی جو جمہوری مرکزیت کے اصولوں پر قائم کی گئی ہو۔ آخر جب پہلی انٹرنیشنل کی کانگرس ستمبر 1872 میں ہیگ میں منعقد ہوئی تو زبردست اکثریت کے ساتھ "الائینس" کے لیڈروں، باکونین اور گیلیوم کو انٹرنیشنل سے خارج کر دیا گیا۔

90۔The Spectator۔ آزاد خیال انگریزی ہفتہ وار، جو لندن میں 1828 سے برابر شائع ہوتا رہا۔

یہ ایڈیشن مارکسسٹ انٹرنیٹ آرکائیو اردو سیکشن کے لئے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

اردو ٹائپ: ابن حسن، سجاد شاہ، احسن۔

نظر ثانی: ابن حسن